جلد ۱۵

گردش آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمایئے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارہ پرستان۔ خونی تلوار وغیرہ

مصنّف

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

انقلاب سٹیم پریس چنگڑ محلہ روڈ لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا اور بابو روشن لال پبلشر نے شائع کیا

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت عہ ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر
وی پی پیشگی آنی چاہیئے۔ ماِ بعد یا ششماہی کا کوئی حساب نہیں۔ جو اصحاب ہمارے سہ ماہی رسالہ
کے ناولوں کے بھی مستقل خریدار ہیں۔ ان سے بطور رعایت صرف ؎ سالانہ لیا جائیگا
وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے لیکن قیمت بہر حال ایک سال کی پیشگی
وصول کی جائے گی۔ اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) روانہ
کئے جائیں گے۔

۳۔ سابقہ اداکردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی
طرف سے یہ اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آیندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں
چاہتا تو اس کو اپنا فائنڈ آرڈر سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ خدمت
ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینہ کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے۔ اور تمام خریداروں کے
نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے چند پرچے رستہ میں
ضائع ہو جائیں لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آ جانی
چاہئے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک
پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے۔ اس مہینہ کے
گذر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو
آیندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔

باقی دیکھو سرورق ص۳

حیرت انگیز سوشل ناول

گردشِ آفاق

پندرھویں جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کی زبردست تصنیف

جوزف ولمٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ نظارہ پرستان، انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷ پارسنز روڈ نو لکھا لاہور

انقلاب سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا اور لالہ نرائن دت سہگل پبلشر نے شائع کیا

حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس دفتر سے رینالڈس کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے تراجم کا بھی شایع ہوتا ہے۔ اس مطلب کے لئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس صیغہ کے مترجم بھی منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مترجم گردش آفاق وغیرہ ہیں پس اگر آپ کو عہد حال کے بہترین جاسوسی ناول دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارے اس سلسلہ کی بھی مستقل خریداری قبول فرمایئے۔ اسوقت تک اس سلسلہ میں حسب ذیل ناول شایع ہوئے ہیں جو طلب کئے جا سکتے ہیں۔

خونی ہیرا	انقلاب یورپ	شریف بدمعاش	چلتا پرزہ
خونی چراغ	نقلی نواب	منزل مقصود	بحر فنا
سراب زندگی	آتشی کتا	سنہری بچھو	ڈاکٹر نکولا
انمول ہیرا	انصاف	شاہی خزانہ	تلاش اکسیر
نولکھا ہار	گمنام مسافر	مطلبی دنیا	حور ظلمات
ہیرونکا بادشاہ	لعل شب چراغ	نازک کشا	تبدیل قسمت
خنجر بیداد	قاتل ہار	کارنامجات شرلک ہومز	مصری جادوگر
مہر خموشی	آزادی	سنہری لاش	کارنامجات آرسین لوپین
مقدس جوتا	کرنی کا پھل	خونی چکر	زہر کی نان

سلسلہ کا اگلا ناول چڑیا کی ٹکی خصوصیت سے قابل دید ہوگا۔ اور اس کے بعد کئی اور ناول پیلا ہیرا۔ خونی تیر۔ ستارہ یورپ وغیرہ سلسلہ وار شایع ہوں گے مختصر یہ ہے کہ یہ ادنے قسم کے ایک ادو پیسے قیمت کے ناولوں کے ترجمے نہیں بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا نچوڑ ہیں ضرور آپ اس سلسلہ کی قدر دانی کریں

گردشِ آفاق

دورِ ثالث

پندرھویں جلد

باب - ۱

آزادی

آزادی! ۔۔۔آہ ۔ اس دنیا کی بہترین نعمت! کیا یہ بیان کرنے کی حاجت ہے۔ کہ اسے پاکر کتنی خوشی ۔۔۔ کتنی ناقابلِ بیان خوشی میرے دل کو ہوئی! بڑی دیر تک ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں خواب یا افسانہ ہے۔ حواس اس پیش افتادہ حقیقت کو تسلیم کرنے سے عاجز تھے۔ حیرت اس نعمت کو مرئی اور غیر حقیقی ظاہر کرتی تھی۔ تازہ ہوا نے میرے بدن میں کیفیت شراب پیدا کر دیا۔ اور اس آدمی کی طرح جو کئی دن کا بھوکا پیاسا ہو میں اس کی بڑی مقدار سے تیز تر جرعہ کش ہونے لگا۔ اچھی طرح یاد ہے کہ میری سب سے پہلی خواہش جیل کے پھاٹک سے نکل کر دیوانہ وار دوڑنے کی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے میں اس پر بروقت غالب آ گیا۔ اور مزے مزے چلتا اس پہرہ دار کے پاس سے ہو کر گذرا جو دریا کے گھاٹ پر جیل خانہ کے عقبی حصہ کا محافظ تھا۔ جو ہدایات رخصت ہونے سے پیشتر مجھ کو دی گئی تھیں میں انکو بخوبی ذہن نشین کر چکا تھا۔ چنانچہ ان پر عمل کر کے میں جب قریب ترین بازار میں

پہنچا تو معلوم ہوا۔ کہ ایک کرایہ کی گاڑی پہلے سے اس جگہ منتظر کھڑی ہے۔ گاڑیبان اپنی جگہ پر مستعد بیٹھا تھا۔ کوئی شخص اندر بھی سوار تھا جس نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر فوراً کھڑکی کھول دی۔ میں جھٹ گاڑی پر سوار ہوا۔ کھڑکی بند کر دیگئی۔ اور گاڑیبان نے گھوڑوں کو چابک لگا کر ایک طرف چلانا شروع کیا۔

دفعتاً اس مرد نے جو گاڑی کے اندر بیٹھا تھا۔ میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے زور سے دبایا۔ اور اسوقت میں نے دیکھا۔ کہ یہ وہی دراز قد فربہ صورت آدمی تھا جو لاموٹ کے ساتھ ڈویل لڑنے کے موقعہ پر میرے نائب کا فرض انجام دے چکا تھا۔ گاڑی کے چلتے ہی اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور مجھے اس چالاکی اور عیاری کی کامیابی پر مبارکباد دی۔

"لیکن وقت تنگ ہے۔" دفعتاً اس نے کہا کیونکہ ملزموں کو ایک بجے کے عمل پر فیصلہ سنایا جائیگا اور وقت عنقریب ہوا چاہتا ہے"۔

"مگر آپ کی رائے میں وہ فیصلہ کیا ہوگا؟" میں نے فکرمند لہجہ میں پوچھا۔

"فی الحال اس کے متعلق کوئی خاص رائے قائم کرنا دشوار ہے۔" اس نے جواب دیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ اس موقعہ پر بھی اس کے لہجہ میں کسل اور لاپرواہی کا وہی اثر شامل تھا۔ جس کا اظہار اس کی طرف سے ڈویل کے موقعہ پر ہوا تھا۔ "بہرحال امید کرنی چاہیئے۔ کہ انجام بخیر ہوگا۔"

"مگر کیا آپ مجھے اس موجودہ صورت میں عدالت کے روبرو پیش کرنا چاہتے ہیں؟" میں نے اپنا ہاتھ چہرہ کی طرف اٹھا کر ان مصنوعی بالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ جو تبدیلی ہیئت کے لئے لگائے گئے

نہیں یہ سوانگ فقط اس وقت تک قائم رکھا جائے گا جب تک کہ ہم کمرہ عدالت
کے اندر پہنچ جائیں۔" میرے ساتھی نے جواب دیا۔ "اس کے بعد اگر تم چاہو تو ان
بالوں کو اتار سکتے ہو۔ گوند کے چند نشان البتہ منہ پر باقی رہ جائیں گے۔ سو ان کا مضائقہ
نہیں۔ لیکن کمرہ عدالت کے باہر ان بالوں کو اتارنا اس لئے نامناسب ہے۔ کہ
لاتعداد سپاہی اسجگہ موجود ہوں گے ایسا نہ ہو کوئی شخص آپ کو پہچان لے۔"

گاڑی قصر لکسمبرگ کی طرف چلتی گئی۔ کیونکہ امراء کے فرانس کی عدالت کا
اجلاس وہیں ہوتا تھا۔ اور جن شخصوں پر بغاوت کا الزام عائد کیا جاتا ان کے
مقدمات کی سماعت انہی کے روبرو ہوا کرتی تھی۔ پھاٹک کے پاس پہنچکر گاڑی
رک گئی اور ہم اترے عمارت کے وسیع صحن سے گذر کر ہم دونوں اس کے اندرونی
حصہ کی طرف ہو لئے ہر طبقہ اور ہر جماعت کے لاتعداد لوگ عدالت کا فیصلہ سننے
کے انتظار میں اس جگہ موجود تھے۔ کیونکہ جیسا سمجھا جاسکتا ہے اس مقدمہ کی کاروائی
نے لوگوں میں عظیم سنسنی پیدا کر دی تھی خصوصاً اس لیے کہ ڈیوک ڈی پالن کا نوجوان
بیٹا اور حسین و جمیل پوجی ڈیلا کورہ بھی ملزموں میں شامل تھے۔ خلقت کا انبوہ
اتنا کثیر تھا۔ کہ ہمیں اس سے گذرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ لیکن آخر کار سعی
عظیم کے بعد ہم صدر دروازہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے باہر کی سیڑھیوں
پر اور پیش طاق کے نیچے بے شمار سپاہی۔ اسجگہ بھی موجود تھے۔ اور گو
میرا دل بڑے زور سے دھک دھک کرتا رہا۔ تاہم شکر ہے کوئی غیر معمولی واقعہ
پیش نہیں آیا۔ ڈیوڑھی میں کچھ اور سپاہی تھا صدوں اردلیوں اور دوسرے
اہلکاروں سے گفتگو کرنے میں مشغول تھے۔

"صاحبان اپنے ٹکٹ دکھائیے۔" ان میں سے ایک نے دفعتاً کہا۔
میرے ساتھی نے دو کارڈ پیش کئے جس کے بعد ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت

دیکھئے اور ہم ایک عالیشان مرمری زینہ پر چڑھنے لگے جس کے دو رویہ فوجی سپاہیوں کی قطار تھی۔ اور جب کبھی کوئی شخص امرا کا لباس پہنے ان کے پاس سے گذرتا۔ تو وہ اُسے فوجی سلام کرتے تھے۔ جس جگہ زینہ ختم ہوتا تھا۔ اس کے آگے دو تین کمروں سے گذر کر ہم ایک چھوٹے سے دالان میں جا پہنچے جو اس وقت بالکل خالی تھا۔ یہاں پر میرے ساتھی نے کہا "اب اگر آپ ان چیزوں کو اتار دیں تو کچھ ہرج نہیں"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے میرے چہرہ کے مصنوعی بالوں کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے فوراً تعمیل کی اور چونکہ وہیں ایک کونے میں پانی کی ناند رکھی تھی۔ اس لئے ایک کپڑا تر کر کے مُنہ بھی صاف کر ڈالا۔ کیونکہ بالوں کے اُتر جانے کے بعد گوند کی چپچپاہٹ تکلیف دہ احساس پیدا کرتی تھی۔

"آیئے اب چلیں"۔ میرے ساتھی نے اس کے بعد کہا اور ہم آگے بڑھے۔ ایک غلام گردش میں پہنچکر میرا ساتھی اس دروازہ کی طرف گیا جس کے باہر سنہری جھالر کا بھاری سرخ پردہ لٹکا ہوا تھا۔ اور قریب تھا۔ کہ ہم دونو اس کے اندر چلے جاتے۔ کہ دفعتاً ایک سپاہی سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ مگر آپ میری اسوقت کی حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ اُن سپاہیوں میں سے ایک تھا۔ جو مجھے کوتوالی کے حوالات سے نکال کر صدر جیلخانہ میں لے گئے تھے معلوم ہوتا ہے اس نے بھی مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ سامنے آتے ہی وہ بڑے زور سے لڑکھڑایا اور حیرت آمیز نظروں سے میرے منہ کو تکنے لگا۔ میرے لئے یہ وقت بڑا نازک تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے اوسان بحال رکھے۔

"یہ کیا اسرار ہے"۔ سپاہی نے بدقت اپنی حیرت کو ضبط کر کے پوچھا یا کہا اور ساتھ ہی میرے بازو کو مضبوط پکڑ لیا۔

"ٹھہرئیے آپ کیا کر رہے ہیں" میرے ساتھی نے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ یہ شخص سرکاری اجازت سے اسجگہ لایا گیا ہے۔ ورنہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ آپ اُسے یہاں پر دیکھتے؟"

سپاہی ایک لحظہ حیران و سراسیمہ چپ چاپ کھڑا رہا اس کے بعد پر خیلل انداز سے کہنے لگا "یہ صحیح ہے"۔ اور اس نے میرا بازو آہستہ سے چھوڑ دیا۔

اس مہلت سے فائدہ اُٹھا کر میرے ساتھی نے عجلت سے مجھ کو دروازہ کی طرف دھکیلا۔ پردہ کی اوٹ میں چھپے ہوئے دروازہ کے دونو کواڑ بے آواز کھلے اور ہم کمرہ عدالت میں داخل ہو گئے۔

ایک بہت بڑا ہال تھا۔ نیم دائرہ کی صورت میں بنا ہوا۔ اور بیش قیمت سامان سے آراستہ۔ اس سیدھی لکیر میں جسے اس نصف دائرہ کا قطر کہنا چاہیئے اونچے پلیٹ فارم پر بیش بہا قالین بچھے ہوئے تھے اور دو رویہ اوپر چڑھنے کی سیڑھیاں تھیں اس اونچے چبوترہ کے وسط میں صاحب وزیر اعظم فرانس سرکاری لباس پہنے ایک کشادہ کرسی پر میز کے پاس بیٹھے تھے۔ اور ان کے عین بالمقابل لیکن قدرے نشیب میں وہ مسند تھی جہاں امرائے فرانس عدالت کی صورت میں جمع ہوئے تھے اس سٹیج کے سامنے اور اطراف میں لاتعداد بنچیں بچھی ہوئی تھیں سب سے اگلی پر قریباً تیس آدمی بیٹھے تھے یعنی وہ لوگ جنہیں جلسہ کی یادگار رات کو گرفتار کیا گیا تھا اور جو اس وقت ملزمان کی حیثیت رکھتے تھے۔ کیونکہ گو جلسہ گاہ میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ تاہم اس بھگدڑ میں جو پولیس کی آمد کے بعد مچی بہت سے لوگ فرار و روپوش ہو گئے تھے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ان ملزموں میں یوجینی ڈیلاکور موجود تھی۔ اور اس کے پہلو میں مارکوئیس ڈی پالن بھی۔ کیونکہ دونوں پاس ہی

پاس بیٹھے تھے۔ باقی تمام بنچوں پر وردی پوش امرا کا جم غفیر تھا۔ اور گیلریاں
تماشائیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ جن میں سے کثیر التعداد لوگ سوسائٹی کے
طبقہ اعلےٰ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس محدود قطعہ زمین پر جو مسند اور قیدیوں
کی بنچ کے درمیان حائل تھا۔ ایک لمبی میز وکلائے ملزمان کے استعمال کے
لئے عارضی طور پر مہیا کر دیگئی تھی۔ جس دروازہ کی راہ سے میں اور میرا ساتھی
داخل ہوئے۔ وہ عین اس مقام کے پاس تھا۔ جہاں صدر عدالت کی نشست
تھی۔ لیکن چونکہ اس مقام پر اردلیوں سپاہیوں اور پہرہ داروں کا ہجوم تھا
اس لئے قیدیوں میں سے کوئی فوراً ہی ہماری موجودگی سے واقف نہ ہو سکا
ہم جسوقت اندر گئے تو وہ بیرسٹر جس کی خدمات ڈیوک ڈی پالن نے
اپنے بیٹے کی صفائی کے لئے حاصل کی تھیں صدر اجلاس کو مخاطب کر کے پر زور
مگر صاف لہجہ میں تقریر کر رہا تھا۔ جس کے چند الفاظ میں نے سنے۔ جو یہ تھے۔
" میں باادب گذارش کرتا ہوں کہ میرے موکل کے برخلاف سردست
کسی قسم کا فیصلہ صادر نہ کیا جائے کیونکہ جیسا میں نے ایک دفعہ پیشتر
بھی عرض کیا تھا۔ اُسے اس مقدمہ میں جوابدہی کا پورا موقعہ نہیں دیا گیا
یہ بات عدالت کی نظروں میں لائی جا چکی ہے۔ کہ استغاثہ نے اپنے مطلب
کے لئے ایک نہایت ضروری گواہ کو نا معلوم طریقہ پر غائب کر دیا ہے۔ وہ ایک
نوجوان انگریز تھا۔ جس کے برخلاف شروع میں بھی الزام بغاوت عائد کیا
گیا تھا۔ لیکن چونکہ اُسے مخبر کرسین کے برخلاف بعض باتیں معلوم تھیں۔ اور
استغاثہ کو ڈر تھا۔ کہ ان باتوں کے اظہار کے بعد ملزمان کی سزا یابی غیر ممکن ہوگی
اور مسٹر کارسکے اس اومنے تنخواہ بیئے کے برخلاف جس کی شہادت کی بنا پر سارے
ملزمان کو قصوروار گردانا گیا ہے۔ بہت سی باتیں ظاہر ہوں گی اس لئے اُسے

قصداً غائب کر دیا گیا ہے۔"

اس موقعہ پر صاحب صدر اجلاس کی آواز بیرسٹر کی تقریر کو قطع کرتے سنائی دی "میں اجازت نہیں دے سکتا۔" اس نے کہا۔ کہ آپ سرکاری گواہ کریسن پر اس طرح کے بے بنیاد الزامات عائد کریں کیا آپ بھول گئے۔ کہ اس کا بیان حلفی یہ تھا۔ کہ آپکا عائد کردہ یہ الزام بے بنیاد ہے۔ کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسلحہ اور بارود لے کر جلسہ گاہ میں گیا۔ اور وہاں ان چیزوں کو چھپایا۔"

"آپ ایک منٹ اسجگہ ٹھیریئے۔" میرے ساتھی نے ان دونوں تقریروں کو سنکر باہستگی مجھ سے کہا۔ اور مجھے سرخ دروازہ کے اندر خلقت کے ہجوم میں ملا ہوا چھوڑ کر وہ خود وکلا کی میز کی طرف گیا۔ اور چند الفاظ بیرسٹر کے کان میں کہے۔

"مسیولا پریسیڈنٹ" وکیل مذکور نے شبہ پاکر پھر ایک بار کہنا شروع کیا کہ "اب میں اور بھی زیادہ زور کے ساتھ درخواست کرتا ہوں۔ کہ میرے موکل کے برخلاف فی الحال کوئی فیصلہ صادر نہ کیا جائے۔ کیونکہ میرے پاس ایسا کہنے کے لیئے معقول وجہ موجود ہے۔ اور مجھ کو یقین ہے۔ کہ وہی وجہ باقی وکلا صاحبان بھی اپنے موکلوں کی طرف سے پیش کریں گے۔ وہ وجہ یہ ہے۔ کہ عدم بنہ انگلیزیہ نوجوان جوزف ولرٹ جس کا نام تھا۔ اس کی شہادت کے بغیر مقدمہ کی کارروائی مکمل نہیں سمجھی جا سکتی۔ پس ضروری ہے۔ کہ عدالت اس کا بیان لے۔ افسران استغاثہ نے کسی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر اس کا نام ملزمان کی فہرست سے خارج کر دیا۔ لیکن حتٰی الامکان فریق صفائی کو اختیار ہے کہ اسکو بطور گواہ پیش کرے۔ چنانچہ آپکی اجازت سے میں اس کو طلب کرتا ہوں۔ آپ اس کا بیان سنیں... وہ اسجگہ موجود ہے۔"

ان الفاظ سے جو سنسنی کمرہ اجلاس میں پھیلی۔ اس کا اندازہ بآسانی کیا

جا سکتا ہے۔ یہ الفاظ بیرسٹر مذکور نے اتنی بار عجب بھاری آواز میں فاتحانہ
انداز سے کہے ہی تھے۔ کہ میں اپنے ساتھی کا اشارہ پاکر وکلا کی میز کیطرف
بڑھا۔ اور ایک ثانیہ کے اندر میری ناچیز شخصیت لاتعداد آنکھوں کا نقطہ نظر
بن گئی۔ میں نے دیکھا۔ کہ میری موجودگی سے خبردار ہوتے ہی ملزموں میں سے
ہر شخص میں جوش کی لہر پھیلی یوجینی اور نفیو بالڈ میں مبارک باد اور خوشی کی نگاہوں کا
تبادلہ ہوا۔ اور جب اس کے بعد میری نگاہ اس کشادہ ہال کا طواف کرتی ہوئی
وزیر اعظم فرانس کے چہرہ کی طرف گئی تو میں نے دیکھا کہ اس پر حیرت اور بد
نصیب کرسپن کے چہرہ پر جو مسند سے بہت پیچھے ایک علیحدہ بنچ پر بیٹھا
تھا۔ پریشانی اور سراسیگی کے آثار پیدا ہوئے رہ گیا میں تو نہیں معلوم
کہ میں اپنے بارہ میں صحیح احساسات کا اظہار کن الفاظ میں کروں بیشتر امرا
میری صورت دیکھنے کے لئے اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ کر آگے جھکنے لگے بعض
اُن میں سے کھڑے بھی ہو گئے۔ اور گیلریوں میں تو قریباً ہر شخص شوق و
استعجاب کا مجسمہ نظر آنے لگا۔ لیکن گو اس ایک لمحہ کے عرصہ میں صدہا
آنکھیں مجھ پر لگ گئیں۔ تاہم نہ میرے استقلال میں فرق آیا نہ میری طرف
سے کسی طرح کی جے تابی کا اظہار ہوا یہ جانتے ہوئے۔ کہ میں ایک فرض
مقدس ادا کر رہا ہوں میرے اندر جوش اور بہادری کی امنگ پیدا ہو گئی۔

"بہتر ہے آپ اس گواہ کو پیش کریں" صاحب صدر اجلاس نے آخر کار
وکیل کو مخاطب کر کے پر خیال انداز سے کہا۔ اور اس تقریر کے بعد اتنا گہرا سکوت
چاروں طرف چھایا جس میں کسی پن کے گرنے کی آواز بھی صاف سنائی دے سکتی تھی

"میں اس گواہ کا بیان ایک ترجمان کی وساطت سے لینا چاہتا ہوں"
بیرسٹر نے جواب دیا۔ "کیونکہ گو وہ بجائے خود فرانسیسی زبان سے کافی طور پر

واقف ہے۔ تاہم ایک اس طرح کے سنگین معاملہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکا بیان کسی ایسے شخص کے ذریعہ سے لیا جائے جو ہماری زبان کے محاورات پر کامل عبور رکھتا ہو"

اسی وقت ایک ترجمان کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اور اس کو حلف دیا گیا۔ کہ وہ میرے بیان کو صحیح لفظوں میں پیش کرے گا۔ اس کے بعد میرا بیان شروع ہوا جس میں میں نے اس ترجمان کے ذریعہ سے بتایا۔ کہ کس طرح یوم مذکور کو میں ڈیوک ڈی پالن کے حکم سے لوہار کی دکان پر گیا تھا۔ کس طرح وہاں میں نے سرکاری مخبر کریین کو ایک سپاہی سے باتیں کرتے دیکھا۔ اور اس کے یہ الفاظ میرے کانوں میں آئے کہ "آج کی رات یاد رکھنا" بعد ازاں اس نے میری موجودگی میں یہی الفاظ لوہار سے کہے اور ایک بھاری پارسل اس سے وصول کر کے رخصت ہوا۔ جس کے معاوضہ میں اس نے اس کو چالیس پونڈ دیئے بعد ازاں میں نے اس کو جلسہ گاہ میں شناخت کیا۔ اور جب اس کے بعد پولیس ہمکو گرفتار کر کے کوتوالی لے گئی۔ تو میں نے ان پستولوں اور باروت کی شیشیوں کا معائنہ کرنے کے بعد جن کا جلسہ گاہ میں پایا جانا بیان کیا گیا تھا۔ یہ معلوم کیا۔ کہ اسی لوہار کا نام جس کا میں ذکر کر رہا ہوں ہر ایک چیز پر درج ہے۔ میرے اس بیان کے دوران میں۔ جو کافی لمبا تھا حاضرین میں بارہا سنسنی کی تیز لہر پیدا ہوئی معلوم ہوتا تھا۔ ہر شخص کو گورنمنٹ کے اس فعل سے کے برخلاف سخت غم و غصہ ہے۔ کہ اس نے ایک اونٰے اور قابل نفرت شخص کو انعام کے لالچ سے ایک ایسے فعل پر آمادہ کیا۔ جس کی وجہ سے لاتعداد اشخاص کو سنگین سزائیں دیجا سکتی تھیں۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ حاضرین کے مقابلہ میں زیادہ سنسنی

لرزہ میں پھیلی ہوئی تھی اور صاحب صدر اجلاس تو واقعات کا رنگ بدلتا دیکھ کر کچھ ایسے پریشان دکھائی دینے لگے۔ کہ وہ حاضرین کو چپ کرانے کے لئے ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکے....

میرے بیان کے خاتمہ پر اس وکیل نے جس کی خدمات مارکوئیس ڈی پالن نے حاصل کی تھیں مجھ پر جرح کرنی شروع کی۔ اس نے پوچھا کن حالات میں پولیس تمہیں کوتوالی سے بھگا کر صدر جیلخانہ میں لے گئی تھی؟ اور کسی طرح دو گھنٹے پہلے تک تمہیں جیلخانہ کے اندر محفوظ رکھا گیا تھا وغیرہ میرا بیان ختم ہونے پر اس نے پرمعنی تبسّم کے ساتھ کہا "ہم آپ سے یہ دریافت کرنا نہیں چاہتے کہ آپ جیلخانہ کی چار دیواری سے کیونکر باہر آ گئے۔ ہمارے لئے یہ جاننا ہی کافی ہے۔ کہ آپ عین وقت پر عدالت کے روبرو شہادت دینے کے لئے آ گئے"!

اتنے میں ایک امیر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بھاری آواز میں کہنے لگا: "موسیو لا پریسیڈنٹ میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ حالات پیش آمدہ کی روشنی میں عدالت کو اپنے اس فیصلہ پر جو اسے ملزمان کے برخلاف جرم بغاوت کے ثبوت کے بارہ میں صادر کرنا تھا۔ نظر ثانی کا موقعہ دیا جائے"!

جب میری نگاہ اس شخص کی طرف گئی جس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ تو میں نے دیکھا وہ مسیس ڈی پالن کا باپ بڈھا فیلڈ مارشل تھا۔ لیکن اسے اپنی جگہ پر بیٹھے بہت دیر نہ گذری تھی۔ اور ابھی صدر اجلاس کو ایک لفظ تک کہنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ کہ ناگاہ وہی سرخ دروازہ جس کی راہ سے میں اور میرا ساتھی اسجگہ آئے تھے پھر کھلا اور ڈیوک ڈی پالن روڈ۔ ملا پانی کے اس لوہار کو ساتھ لئے جس کی دوکان پر میں گیا تھا داخل ہوا۔ اس جگہ

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ڈیوک کا نام امرائے فرانس کی فہرست میں شامل نہ تھا کیونکہ شاہ لوئیس فلپ والئے فرانس کے عہد میں دارالامرا کی رکنیت نہ تو فہم و فراست سے تعلق رکھتی تھی اور نہ خطابات سے بلکہ صرف وہی لوگ اس ایوان میں جگہ پا سکتے تھے۔ جنہیں بادشاہ سلامت نے بطور خود نامزد کیا ہو۔ لیکن گو ڈیوک ڈی پالن دارالامرا کا ممبر نہ تھا۔ تاہم ہر شخص اس کو جانتا تھا۔ اور اب اس کے دفعتاً نمودار ہونے پر قریب قریب ویسی ہی تیز سنسنی جیسی میری آمد پر پیدا ہوئی تھی پھر ایک بار ظاہر ہوئی اتنے میں چاروں طرف یہ افواہ پھیل چکی تھی۔ کہ ایک نہایت ضروری گواہ صدر جیلخانہ سے بھاگ کر عدالت میں آیا۔ اور مقدمہ کے متعلق شہادت دے رہا ہے معلوم ہوتا ہے یہ خبر ڈیوک ڈی پالن کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ اور اس نے جان لیا۔ کہ وہ گواہ کون ہے۔ پس مجھے دیکھ کر اس نے کسی طرح کی حیرت ظاہر نہیں کی۔ البتہ میں نے دیکھا۔ کہ اس کے چہرہ پر امید و اطمینان کے آثار نمودار تھے۔ اندر آتے ہی اُسنے اس بیرسٹر سے کانا پھوسی شروع کی جسے اُس نے اپنے بیٹے کی طرف سے مقرر کیا تھا۔ عین اس موقعہ پر میں نے دیکھا۔ کہ سرکاری گواہ کریسین جو اس سارے فتنہ کی بنیاد تھا۔ گردن جھکائے شرم اور ذلت کے آثار چہرہ پر لئے منہ نیچا کئے بیٹھا ہے۔ اس ہنگامہ سے فائدہ اُٹھا کر جو ڈیوک ڈی پالن کی آمد سے پیدا ہوا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ دروازہ کی طرف سرکنا شروع کر دیا۔ میں نے یہ حالت دیکھی تو سمجھ لیا۔ کہ وہ فرار کی تیاریاں کر رہا ہے۔ پس میں نے ڈیوک ڈی پالن کے بیرسٹر کی توجہ فوراً اس طرف دلائی اور اس نے اسی وقت کھڑے ہو کر صاحب صدر اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "موسیو لا پریسیڈنٹ میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ سرکاری گواہ کریسین کو حاضر عدالت رکھنے کا انتظام کیا جائے کیونکہ اگر یہ بات پہلے ہی پایہ

بجرت کو نہیں پہنچ چکی تو میں عنقریب ثابت کرکے دکھاؤں گا - کہ اس نے حلف دروغی کی ہے!

اس پر مسند اجلاس کو ایک سپاہی کریسین کی نگرانی پر مقرر کرنیکے لئے مجبور ہونا پڑا - مگر میں نے دیکھا - کہ اب وہ کھسیانا سا ہو رہا تھا - اس کی حیرت اور پریشانی شرم کے درجہ تک پہنچنے لگی تھی - اور وہ معاملات کی صحیح نوعیت سے واقف ہونے کے بعد اب کسی طرح کا ذاتی یا اخلاقی وقار برقرار رکھنے سے معذور تھا "ہو یو لا پریسیڈنٹ" بیرسٹر نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا - "آپ کو یاد ہوگا چند دن پیشتر اس جگہ تقریر کرتے ہوئے میں نے بیان کیا تھا - کہ سرکاری اہلکاروں نے ایک نوجوان انگریز کو جو اس مقدمہ کے متعلق فیصلہ کن شہادت دے سکتا تھا - قصداً کسی جگہ چھپا رکھا ہے - اور اس کے علاوہ اس لوہار کا بھی پتہ نہیں ملتا جس کی دوکان سے اسلحہ حاصل کئے گئے تھے - معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی سرکاری اہلکاروں کا خفیہ ہاتھ کام کرتا تھا - چنانچہ یہی باعث تھا - کہ گو ڈیوک ڈی پالن نے لوہار کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی تاہم اس کا پتہ نہ مل سکا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے خارجی اثرات کے باوجود لوہار کیلئے اپنے ضمیر کی آواز کو دبانا غیر ممکن ثابت ہؤا - اور وہ خود بخود اس مقام سے نکلکر جہاں وہ چھپا ہوا تھا ڈیوک ڈی پالن کے مکان پر گیا اور انکے روبرو سارا حال بیان کر دیا - اب یہ شخص بھی اسجگہ موجود ہے - اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا بیان بھی عدالت کے روبرو لیا جائے "

بیرسٹر کے آخری الفاظ پر پھر ایکبار سنسنی پیدا ہوئی - لیکن چونکہ عدالت کے لئے اعتراض کی گنجائش بالکل نہ تھی اس لئے لوہار کو حلف دینے کے بعد اس کا بیان کیا جانا شروع کیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا:-

"میں گواہ کریسین کو مدت دراز سے جانتا ہوں عرصہ قریباً تین ماہ کا گذرا کہ اس نے میری دوکان میں آکر کچھ پستول اور بارود چند شیشیاں طلب کیں اس خیال

سے کہ وہ اتنی بڑی رقم شاید یکمشت ادا نہ کر سکے میں نے اس کو اشیائے مطلوبہ دینے میں تامل کیا مگر اس نے مجھے بتایا۔ کہ میں سرکار کا تنخواہ دار ہوں اور یہ ہتھیار مجھے اپنے ذاتی استعمال کے لئے نہیں بلکہ اس ترکیب کے سلسلے میں درکار ہیں جو گورنمنٹ نے ملک کو خفیہ انجمنوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے سوچی ہے جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے۔ میں نے یہ سودا نفع کے لئے نہیں بلکہ محض اس خیال سے کیا تھا۔ کہ اس طریقہ پر خفیہ سوسائیٹیوں کی موجودگی کو کافی ضعف پہنچے گا۔ کریسن نے مجھ کو بتایا۔ کہ جلسہ کی رات کو میں باقی اراکین انجمن کی آمد سے پہلے یہ تمام چیزیں ایک بوڑھی عورت کے ذریعہ سے جو جلسہ گاہ کی جھاڑ پونچھ کیا کرتی تھی اسجگہ چھپا کے رکھ دوں گا۔ اور اس بات کا خیال رکھا جائیگا کہ یہ چیزیں پلیٹ فارم کے عین نیچے ہوں بعد ازاں جب اراکین جلسہ کی گرفتاریاں عمل میں آئیں تو صاحب کوتوال نے مجھے پیغام بھیجا۔ کہ تم کہیں روپوش ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے اس مشورہ پر عمل بھی کیا۔ لیکن جیسا کہ وکیل صاحب نے پیشتر بیان کیا ہے میں اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا اور یہ دیکھ کر کہ بے شمار ناکردہ گناہ شخصوں کی جانیں خطرہ میں ہیں آخر کار شہادت دینے کے لئے باہر آ گیا؟“

اس بیان کے خاتمہ پر صاحب صدر اجلاس نے بھرائی ہوئی آواز میں یہ حکم سنایا۔ کہ ”عدالت بند دروازہ کے پیچھے اپنا فیصلہ مرتب کریگی“

اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جسقدر اجنبی کمرہ عدالت میں موجود تھے سب کے سب رخصت ہو جائیں۔ چنانچہ فوراً ہی خلقت کا ہجوم گیلریوں سے رخصت ہونے لگا۔ قیدیوں کو بھی سپاہیوں کی نگرانی میں اس جگہ سے ہٹا دیا گیا۔ گواہ اور بیرسٹر بھی رخصت ہو گئے یعنی صرف وہ امرا جو ایوان

کے ممبر تھے باقی رہ گئے ہر چند میں جیلخانہ کا مفرور تھا۔ تاہم میری حراست یا نگرانی
کے متعلق کسی طرح کا حکم جاری نہ کیا گیا تھا۔ اور سچ پوچھئے تو میں نے اسے
قیدیوں کے حق میں ایک فال نیک سمجھا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ صاحب
صدر عدالت عامۃ الناس کی رائے کو نظر انداز کرکے زیادہ عرصہ تک انصاف
کے خون کی جرأت نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ میں ڈیوک ڈی پالن۔ بیرسٹر لوٹلا، اور
اپنے دراز قد فرانسیسی دوست کے ساتھ باہر نکل آیا اور اس کے بعد ڈیوک نے
روبرو اپنے فرار کی داستان بیان کی وہ خود بھی اس بارہ میں ہر طرح مطمئن تھا کہ
عدالت کا فیصلہ ہر حال میں قیدیوں کے حق میں ہوگا۔ خصوصاً اس لئے۔ کہ اس کا
اپنا خسر فیلڈ مارشل دارالامرا کا ممبر تھا۔ اور اپنے اثر سے کام لے کر باقی امرا
کو اس بات پر مائل کرسکتا تھا۔ کہ اس فیصلہ پر جو پیشتر سوچا گیا تھا نظر ثانی
کیجائے۔

نصف گھنٹہ کے بعد اس بیرسٹر کو جس کی خدمات مارکوئیس ڈی پالن کے
لئے حاصل کی گئی تھیں۔ کمرہ عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ باقی
ملزمان کے وکیلوں کو بھی۔ جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا صاحب صدر اجلاس
گورنمنٹ کی قوت اور عدالت کے وقار کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک طرح کا
سمجھوتہ کرلینے کے لئے آمادہ تھے تجویز یہ تھی کہ سرکاری گواہ کرسین کی حلف
دروغی کی بنا پر سارے قیدیوں کو عزت کے ساتھ بری کردیا جائے۔ البتہ
اس کے مقابلہ میں وکلائے ملزمان اس بات کا وعدہ کریں۔ کہ ان کی طرف سے
گواہ کرسین کے برخلاف کسی طرح کی فوجداری کارروائی عمل میں نہ لائی جائیگی
ساتھ ہی اس سمجھوتہ کی ایک شرط یہ تھی۔ کہ جیلخانہ سے میرے فرار کے واقعہ کو نظر انداز
کردیا جائیگا۔ بلکہ اس سلسلہ میں جن شخصوں نے میری امداد و اعانت کی تھی ان کے

برخلاف بھی کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی جائیگی۔ اس کے علاوہ کوشش کیجائے گی کہ میرے اور لوہار کے متعلق سارے واقعات کو پوشیدہ رکھا جائے۔ اور پبلک کے روبرو یہ ظاہر نہ ہونے پائے کہ گواہ کریسن کی حلف دروغی کا حال بعض اور ذریعوں سے معلوم ہونے کے بعد ملزمان کو بری کیا گیا ہے جیسا کہ سمجھا جاسکتا ہے یہ ساری شرطیں محض اس لئے سوچی گئیں کہ گورنمنٹ کو یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ اس کے اہلکاروں نے مقدمہ کی کامیابی کے لئے ایک گواہ کو چھپایا اور دوسرے کو پوشیدہ رہنے پر مجبور کیا عوام کی نظروں میں ذلیل و شرمسار نہ ہونا پڑے غرض یہ ان شرطوں کا خلاصہ تھا۔ جو ملزمان کے بیرسٹر کے روبرو پیش کی گئیں اور انہوں نے اپنے موکلوں کی بہتری کے خیال سے ان کو قبول کرنا ہی مناسب جانا۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا۔ کہ حال کے انکشافات کے بعد جرم بغاوت ملزموں کے برخلاف ثابت نہیں ہوسکتا۔ تاہم عدالت کو اختیار تھا۔ کہ وہ دوسرے الزام میں جو گورنمنٹ کے برخلاف پوشیدہ طور پر جلسہ کرنے کا تھا ان کو عبرتناک سزا دیدیتی۔

خیر اس سمجھوتہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عدالت خاص نے اپنے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی کرکے سارے ملزموں کی بریت کا حکم دیدیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسمی طور پر صدر اجلاس نے حکم صادر کیا کہ گواہ کریسن کو جیلخانہ میں رکھا اور اسپر حلف دروغی کا مقدمہ چلایا جائے۔ خدا جانے اس کے بعد اس شخص کا کیا حشر ہوا۔ لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ اسے جلدی ہی خفیہ طور پر رہا کردیا گیا۔ اور سرکاری خزانہ سے بہت سا روپیہ دیکر یا تو اسے کسی دوسرے ملک کو بھیجدیا گیا۔ یا وہ نام تبدیل کرکے صدر مقام سے دور کسی غیر معروف مقام میں سکونت پذیر ہو گیا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کہ لاموٹ کو جو میری بجائے

جیلخانہ کی کوٹھری میں ٹھہرا تھا۔ جلدی ہی آزاد کر دیا گیا۔ لیکن اس کا خیال مجھے
بالکل معلوم نہ ہوسکا۔ کہ وہ پہرہ دار جس نے میرے فرار میں مدد دی تھی اپنی سابقہ
تجویز کے مطابق پیرس سے بھاگ گیا۔ یا یہ معلوم کرنے کے بعد کہ گورنمنٹ اب
اس کے برخلاف کوئی کارروائی عمل میں نہ لائے گی صدر مقام ہی میں ٹھہرا رہا۔

قدرتی طور پر یہ معاملہ اخبارات تک بھی پہنچا لیکن صدر اجلاس
کے منشا کے مطابق پیرس کے اخباروں نے اس پر موشگافیاں کرنے کی بجائے
سارے واقعہ کو چند سرسری لفظوں میں ٹال دیا۔ اس سے ممکن ہے میری داستان
کے وہ ناظرین جو انگلستان کے رہنے والے ہیں حیرت زدہ ہوں لیکن امر واقعہ
یہ ہے کہ شاہ لوئیس فلپ کے زمانہ میں فرانس کے اخباروں کو اتنی ہی کم آزادی
حاصل تھی جتنی اب لوئیس نپولین کے زمانہ میں ہے۔ پس اگر کوئی اخبار ہمت
و جرات سے کام لے کر صاف گوئی پر آمادہ ہوتا تو یقینی بات ہے کہ پولیس فوراً
اس کے دفتر پر چھاپہ مارتی اور اس کے تمام پرچے ضبط کر لئے جاتے
بالفرض اس کے چند پرچے ڈاک میں بھی پڑ چکے تو انہیں رستہ میں روک لیا
جاتا۔ مگر کچھ ہو میرے لئے جو بات سب سے زیادہ خوشی کا موجب ثابت
ہوئی۔ یہ تھی۔ کہ میرا نام فرانس کے کسی اخبار میں نہ ملزمان کی گرفتاری کے
سلسلہ میں نہ اس کے بعد دوران مقدمہ کے حالات میں بالکل شائع نہ ہوا فی
الحقیقت مارکوئیس ڈی پالن کے بیرسٹر نے اپنی عدالتی تقریر میں محض اتنا
کہا تھا۔ کہ پولیس ایک نوجوان انگریز کو جسے باقی ملزمان کے ساتھ گرفتار کیا
گیا تھا محض اس لئے چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔ کہ وہ اس مقدمہ کے
متعلق بڑا اہمیت بیان دے سکتا تھا۔ گویا میرا نام اس بیرسٹر نے بھی نہیں
لیا۔ بعد ازاں معلوم ہوا۔ کہ اس واقعہ کے حالات جو انگریزی اخبارات میں شائع ہوئے

بے حد مختصر اور قلیل تھے جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ لندنی اخبارات کے پیرس نامہ نگار
ہر قسم کی معلومات فرانسیسی اخباروں سے حاصل کرتے تھے۔ ممکن ہے
کچھ اصحاب میرے اس لمبے چوڑے بیان سے اکتا نہ گئے ہوں۔ لیکن میں
نے یہ ساری تفصیلات محض اس لئے درج کرنی ضروری سمجھی ہیں۔ کہ میرا نام
چونکہ اس دوران میں فرانسیسی اور انگریزی اخباروں میں قدرۃً ظاہر نہ ہوا
تھا۔ اس لئے وہ لوگ جو انگلستان میں رہتے ہوئے میرے معاملات
دلچسپی لیتے تھے۔ اس بارہ میں بالکل ہی لاعلم رہے۔ کہ اس ٹریجڈی کے مقدمہ
میں میں نے کس قدر حوصلہ لیا۔ اور کونسا پارٹ ادا کیا تھا۔

باب ۲۷

پاک محبت کی منزلیں

ناظرین بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ رہا ہونے کے بعد ملزموں میں سے ہر ایک نے
بیحد گرمجوشانہ الفاظ میں میرا شکریہ ادا کیا۔ مگر سب سے زیادہ اظہار ممنونیت
مارکوئیس ڈی پالین اور یوجینی ڈیلا کور کی طرف سے ہوا۔ جو مجھے اپنا محسن
اور نجات دہندہ کہتے ہوئے نہ تھکتے تھے محل میں واپس آیا۔ تو سارے نوکر
بڑے تپاک کے ساتھ ملے اور ڈیوک ڈی پالین نے اس بارہ میں ایک لمبی
تقریر کے بعد کہ آج کل کے نوجوان بے وجہ اوروں کے معاملات میں دخل
انداز ہونے کے عادی ہیں۔ مجھ کو اس بارہ میں تاکید کی کہ آئندہ زیادہ
محتاط رہنا بس جہاں تک میری ذات کا تعلق تھا۔ معاملات نے جلدی ہی

پھر وہی سابقہ صورت اختیار کرلی فرق اگر کچھ تھا تو محض یہ کہ مارکوئیس ڈی پالن جو اس
سے پہلے سرد مہری کا برتاؤ کیا کرتا تھا وہ اب میرا گہرا دوست بن گیا۔ چنانچہ
جب کبھی ہم دونو کو ملنے کا اتفاق ہوتا تو وہ نہ صرف گذرے ہوئے واقعات کا
ذکر کرتا بلکہ ان عقاید پر بھی بحث شروع کر دیتا۔ جو اس نے خفیہ انجمن کے جلسہ
میں صرف ایک دن کی تقریر سن کر حاصل کئے تھے۔

گاہ بگاہ وہ مجھ سے میڈموائزل ڈیلاکور کا بھی ذکر کیا کرتا تھا۔ گو اس طرح کے
موقعوں پر اس کی آواز میں اداسی کی جھلک پائی جاتی تھی اس کی گفتگو ظاہر کرتی
تھی۔ کہ اس کو میری ذات پر پورا اعتماد ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا تھا۔ کہ یوجینی
ڈیلاکور سے اس کے واقعات عشق اب کس منزل تک پہنچ چکے ہیں اس کی
گفتگو سے معلوم ہوا کہ گو اس کا باپ اس کی اپنی منت سماجت پر اس بات
کے لئے آمادہ ہو چکا تھا۔ کہ اس کی شادی یوجینی ڈیلاکور کے ساتھ ہو جائے
تاہم اس کی ماں اس تجویز کے سخت برخلاف تھی اس معاملہ میں مارکوئیس کا
نانا بڈھا مارشل بھی اپنی دختر کا ہم خیال تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ڈچس
کی ضد بڑی حد تک مارشل کے اپنے انکار سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ لیکن صحیح
جو کچھ ہو اس میں شک نہیں کہ مارشل اور ڈچس دونو یوجینی ڈیلاکور سے
تھیوبالڈ کی محبت کو اس آفت کا سرچشمہ تصور کرتے تھے جس سے مارکوئیس
ڈی پالن نے بمشکل نجات حاصل کی تھی اور ان کا خیال تھا کہ اگر یہ تعلق قائم
ہوگیا تو خاندان کی بدنامی جو پہلے ہی کافی ہو چکی تھی اور زیادہ حد انتہا تک پہنچ
جائے گی۔ تھیوبالڈ کی ماں اور اس کا نانا اس لئے بھی اس سے ناراض تھے
کہ ان کے انتہائی اصرار کے باوجود اس نے اخبارات کے نام اس مضمون کی چٹھی
لکھنے سے صاف انکار کر دیا تھا کہ اسے خفیہ انجمن کے عقائد سے کوئی ہمدردی

نہیں ہے اور یہ کہ وہ شخص رفع استجاب کے لئے جلسہ گاہ میں گیا تھا۔
امر واقعہ یہ ہے۔ کہ مغرور ڈچیس اور اس کے بادشاہت پرست باپ کو جمہوریت کے عقائد سے سخت نفرت تھی۔ لیکن تھیو بالڈ جو ایک بلند خیال نوجوان تھا اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ کہ وہ ان عقائد کا اتنا ہی معترف اور مداح ہے جتنا یوجینی ڈیلا کور دکھاوے یا نمائش کے لئے کسی حال میں ان کی مذمت پر آمادہ نہ ہو سکتا تھا۔

امر واقعہ یہ ہے۔ کہ تھیو بالڈ کے مستقبل کے متعلق ڈیوک ڈی پالن اپنے خیالات بڑی حد تک ڈچیس اور اس کے باپ کے خیالات سے ملتے تھے لیکن اس کے طرز عمل میں تحمل اور درگذر کا عنصر غالب تھا حالانکہ مارکوئیس کی ماں اور اس کا نانا قطعی طور پر اس بات کے مخالف تھے۔ کہ اس کا تعلق کسی حال میں میڈموازل ڈیلا کور سے ہو۔ معلوم ہوتا ہے ڈیوک نے در پردہ تھیو بالڈ سے مگر یوجینی ڈیلا کور کے بارہ میں کئی ایک سوالات پوچھے تھے اور اس کے دلی کی حالت سے پوری طرح واقف ہونے کے بعد یعنی یہ معلوم ہو جانے پر کہ تھیو بالڈ کی راحت اور اس کے مستقبل کی امیدیں اس نوجوان خاتون کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ نیز یہ کہ وہ ایک دوسرے کو بے حد چاہتے ہیں۔ ڈیوک اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ بیٹے کی خوشی کی خاطر اپنے تعصبات کو بالائے طاق رکھ کر نظر انداز کر دے نتیجہ یہ کہ وہ اس بات کا حامی بن گیا۔ کہ تھیو بالڈ اور یوجینی کی منسوبیت قرار پا جائے اور آخرالذکر کے چچا بڈھے ساہوکار کو بھی اس کی اطلاع بھیج دی جائے۔ لیکن مقابلہ میں ڈچیس ڈی پالن کسی حال میں اس کے لئے آمادہ نہ تھی اور اس کا باپ بڈھا مارشل جو قریباً ہر روز ملاقات کو آتا تھا۔ ہر ممکن طریقہ پر بیٹی کے خیالات کو تقویت دیتا رہتا تھا۔ اس سے

خانگی جھگڑے پیدا ہونے شروع ہوئے جن میں بارہا نوبت محبت و تکرار تک
پہنچ جاتی۔ رفتہ رفتہ گھر میں دو پارٹیاں بن گئیں۔ جن میں ایک طرف ڈیوک
اور دوسری جانب ان کی بی بی اور خسر تھے اور کئی بار معاملات اپنے پوشیدہ
صورت اختیار کرتے۔ کہ گھر کے نوکروں کو بھی سارے حالات کا علم ہو جاتا۔ ڈچس
زور دیتی تھی۔ کہ تھیوبالڈ کو پھر ایک بار سال دو سال کے لئے جرمن یونیورسٹی
میں بھیج دیا جائے۔ مگر ڈیوک کسی حال میں اس کے لئے آمادہ نہ تھا۔ البتہ اپنے
بیٹے سے اس نے اس بات کا اقرار لے لیا تھا کہ جب تک اس معاملہ کا
آخری فیصلہ نہ ہو۔ وہ میڈموازل ڈیلاکور سے میل جول ترک کر دے۔ اور
چونکہ تھیوبالڈ اپنے باپ کی ہمدردی و حمایت کا ممنون احسان تھا۔ اس
لئے وہ اس کے کہنے پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔

ناظرین کے لئے یہ معلوم کرنا بہت دشوار نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک
ایسے فیاض اور ذکی الحس نوجوان کے لئے جیسا کہ تھیوبالڈ تھا معاملات
کی یہ حالت کس قدر موجب تکلیف تھی ایک طرف اسے اپنے والدین سے
بہت گہری محبت تھی اور دوسری جانب وہ یوجینی ڈیلاکور کو بھی چھوڑنا
نہ چاہتا تھا۔ اس کے دل کو آئے دن کے جھگڑوں سے بہت تکلیف ہوتی
تھی۔ اور یہ بھی اسکو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ ان جھگڑوں کی بنیاد در حقیقت
وہ عشق ہے۔ جو اسے یوجینی سے ہے۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا؟ عزت اور
شرافت کا پاس اور سب سے بڑھ کر اپنی راحت کا خیال اسے اس بات کی
اجازت نہ دیتا تھا کہ وہ یوجینی ڈیلاکور سے قطع تعلق کرے۔ وہ ماں باپ
کے آئے دن کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے بھی ایسی بیوفائی اور سنگ
دلی کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی معاملات کو ان کی

موجودہ حالت میں قائم رہنے دینا بھی غیر ممکن تھا۔ کیونکہ اس سے گھر میں پھوٹ پڑنے لگی تھی۔ نازک ترین رشتے منقطع ہوتے جا رہے تھے اور نوکروں کو چہ میگوئیوں کا موقعہ ملتا تھا۔ غرض ان حالات میں تھیوبالڈ کا چہرہ روز بروز پیلا پڑنے لگا۔ اب اس کے رخساروں پر افسردگی اور مایوسی کے آثار دکھائی دیتے تھے اور گو سبھی نوکر اس سے دلی ہمدردی کرتے تھے۔ تاہم جتنا درد میرے دل میں تھا۔ اتنا شاید ہی کسی اور کو ہو بارہا وہ مجھ سے پوچھتا کیا کبھی تم کو میڈموازل ڈیلاکور سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے؟ اور جب میں بصورت انکار جواب دیتا۔ تو اس کے چہرہ کی افسردگی اور زیادہ بڑھ جاتی۔ لیکن میں اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس بات کا خواہشمند ہے کہ میں اس کی معشوقہ کی طرف سے کوئی ایسا پیغام لا کر دوں جو اس کی حوصلہ افزائی کا موجب ہو بالکل بے بس تھا۔ نہ کبھی اس نے مجھ سے کہا۔ کہ میڈموازل ڈیلاکور سے ملنا اور نہ میں اپنے طور پر اس بارہ میں کچھ کہنے کی جرأت کر سکا۔ پس جب کبھی ہمارے درمیان اس بارہ میں گفتگو ہوتی تو ہم ایک انکاری جواب کے بعد چپ ہو جاتا گو یہ دیکھ کر میرے جی کو سخت قلق ہوتا تھا۔ کہ نوجوان مارکوئیس خفیہ غم کی وجہ سے روز بروز نحیف و ضعف بجان ہوتا جا رہا ہے۔

میرے صدر جیلخانہ سے فرار ہونے کے بعد قریب اُچھ مہینے گذر چکے تھے۔ کہ ایک دن کا ذکر ہے ہم بلوارڈ سے گذر رہا تھا۔ کہ ناگاہ میں نے دیکھا۔ میڈموازل یوجنی ایک دوکان سے نکلکر اس گاڑی میں سوار ہوئی جو اس کے انتظار میں کھڑی تھی اس کا اپنا چہرہ زرد تھا ضعف و اضمحلال کے آثار اس کے خوشنما رخساروں پر پائے جاتے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوئی اور اس نے شرمیلے اخلاق کے ساتھ اپنا

ہاتھ پیش کرکے اس قسم کے لہجہ میں جو صاف ظاہر کرتا تھا۔ کہ وہ آپس کے
مجلسی اختلاف کے باوجود مجھے اپنا دوست اور ہم پایہ تصور کرتی ہے۔ کہنے
لگی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں ان دنوں مارکوئیس کا کیا حال ہے؟" یہ الفاظ
اس نے رکتے رکتے کہے اور میں نے دیکھا کہ ہلکی چھپی ہوئی تھراہٹ اس کے
لہجہ میں پائی جاتی تھی اور نگاہ سے امید و بیم کا اظہار ہوتا تھا۔

میرے لئے غیر ممکن تھا۔ کہ اسے مارکوئیس کے بارہ میں مبتلائے غلط
فہمی کرنے کی کوشش کرتا۔ میرا یہ کہنا۔ کہ وہ ہر طرح خورم و مسرور ہے اس
بیان کا مرادف ہوتا۔ کہ وہ اتنا سنگدل اور بے رحم ہے۔ کہ اسے اس
مجبوری فراق کا ذرا بھی رنج و غم نہیں پس میں نے اداس لہجہ میں کہا۔ "جناب
موازل مارکوئیس ڈی پالن کی حالت اچھی نہیں ہے وہ ہر وقت خفیہ رنج و
غم کرتے رہتے ہیں جس کا اثر ان کے چہرہ پر صاف دکھائی دیتا ہے"۔

یہ سن کر یوجینی کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوا اور گو کسی طرح
کی آواز اس کے منہ سے نہ نکلی تاہم اس کے متلاطم سینہ سے اٹھی ہوئی
سسکیوں کی وجہ سے اس کے شانے کے آثار چڑھاؤ نے ثابت کر دیا کہ اس کا
دل خون کے آنسو روتا ہے۔ چند لمحوں کے لئے وہ ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکی
اس کے بعد شکستہ لفظوں میں بولی "مسٹر ولٹ میں بھی کچھ کم مصیبت زدہ
نہیں ہوں مجھ کو معلوم ہے کہ۔ مارکوئیس نے عارضی طور پر مجھ سے نہ ملنے
کے بارہ میں اپنے باپ سے وعدہ کیا ہے اور گو ڈیوک اس کا باپ اس کا
طرفدار ہے۔ تاہم اس کی ماں ہمارے میل کی سخت مخالف ہے یہ ساری
باتیں مجھ کو مارکوئیس کے اپنے ایک رقعہ سے معلوم ہوئی تھیں۔۔۔ مگر کیا تم

اس سے کہہ گئے کہ میں رستہ میں تم سے ملی تھی؟" اس نے رکتے اور شرماتے ہوئے پوچھا۔

"لازمی طور پر" میں نے جواب دیا۔ کیونکہ مجھ کو معلوم تھا۔ کہ وہ خود اس بات کی خواہشمند ہے۔

"اچھا تو جب تم اُس سے ملو تو میری طرف سے کہنا۔ کہ وہ بھی میری طرح امید کو ہاتھ سے نہ دے" موازل ڈیلاکورسے نے تقریر جاری رکھ کر کہا۔ "ہم دونوں ابھی کمسن ہیں اور فی الحال ہماری شادی کا زمانہ دور ہے بے شک ایک دوسرے کی جدائی ہمکو شاق ہے۔ تاہم میں پہلے ہی جانتی تھی۔ کہ اس طرح کی آفت ضرور پیش آئیگی۔ لیکن یہ بتایئے مارکوئیس کے گھر میں اس معاملہ کی وجہ سے جھگڑے تکرار کی نوبت تو نہیں آتی؟"

"بدقسمتی سے یہ خرابی ہر روز بڑھتی جاتی ہے" میں نے جواب دیا۔ کیونکہ نوجوان خاتون کو مبتلائے غلط فہمی کرنا میری رائے میں لا حاصل تھا۔ بلکہ سچ پوچھیئے تو وہ بھی اس بات سے ناواقف نہ تھی۔ کہ حقیقت حال کیا ہے۔ پس میں نے کہا "میڈموازل میں افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ کہ اس گھر میں سخت تفرقہ پیدا ہو گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر معاملات کی صورت اسی طرح قائم رہی تو نہ صرف اس خاندان کی راحت تباہ ہو جائے گی۔ بلکہ بدنامی بھی سخت ہوگی"

"اس صورت میں تھیو بالڈ کو لازم ہے کہ دانائی اور دور اندیشی سے کام لے" یوجینی نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس کے چہرہ کے آثار سے پایا گیا۔ کہ وہ خود بھی ہوشیاری اور ہشمندی سے کام لینا چاہتی ہے "میں ڈچیس کے عادات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ گو مجھے اس سے ملنے کا بھی

اتفاق نہیں ہوا اس کا فیصلہ ہر حال میں اٹل ہوتا ہے اس لئے غیر ممکن ہے کہ وہ اپنی بات سے پیچھے ہٹے۔ اس کے علاوہ اس کا باپ جو فوجی ضبط انتظام کا عادی ہے اور اسی فوجی سختی سے امور خانگی میں کام لینا چاہتا ہے اس کی حمایت اور تائید کر رہا ہے پس حالات پیش آمدہ میں بہتر یہی ہے کہ تھیوبالڈ کچھ عرصہ کے لئے گھر سے رخصت ہو جائے میرے خیال میں زیادہ مناسب ہوگا وہ جرمنی کو واپس پا جائے اس کی عدم موجودگی میں یہ آئے دن کے جھگڑے جو اس کے ماں باپ میں چلے جاتے ہیں خود بخود رفع ہو جائیں گے رہ گیا ہماری علیحدگی کا سوال۔ تو وہ علیحدگی اب بھی قائم ہے۔ فی الحال صرف چند محلوں کا فاصلہ ہمارے درمیان حائل ہے۔ لیکن اگر اس کی بجائے کئی سو میل کا فاصلہ ہو جائے۔ تو حالت وہ کی رہیگی پس آپ میری طرف سے تھیوبالڈ سے بزور کہیئے کہ وہ جہانتک جلد ممکن ہو یہاں سے رخصت ہو جائے۔ کیونکہ اسی طریقہ پر وہ تفرقہ جو اس کے والدین میں پیدا ہو رہا ہے رفع ہو سکتا ہے۔ اور میری اپنی رائے میں کوئی قربانی ایسی نہیں جو اس مطلب کے لئے ہیچ سمجھی جائے۔ مستقبل کے بارہ میں ہمیں خدا پر بھروسہ رکھنا لازم ہے ممکن ہے حالات از خود ہمارے موافق ہو جائیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ قدرت نے ہمیں ایک دوسرے کے لئے پیدا کیا تھا۔ اور اس لئے وہی ہمارے ملاپ کی کوئی صورت عمل میں لائیگی تھیوبالڈ کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ خدا کو منظور ہے وہ اس کے اپنے ناقابل فہم طریقوں پر ضرور عمل میں آئے گا۔ کیونکہ گو اس وقت تک معاملات نے ایک عجیب طرح کی الجھن اختیار کر رکھی ہے تاہم اسوقت تک امید کی جھلک باقی ہے اور بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ ہم یاس کو دل میں جگہ دیں۔"

خاتون کی اس دردناک تقریر کا میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور جب

میں نے اس مشورہ پر غور کیا جو وہ میری وساطت سے تھیو بالڈ کو دینا چاہتی تھی تو مجھے اس دانائی اور دوراندیشی کا بھی قائل ہونا پڑا جو حقیقتاً اس کے اوصاف کا ایک حصہ تھا۔

"میڈموازل اطمینان رکھئے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے لفظ بلفظ موسیو لا مارکوئیس سے کہہ دیا جائیگا" میں نے جواب دیا "آپ کا مشورہ بیش قیمت ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وہ آپ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اس پر یقینی طور سے عمل کیا جائے گا"

"مگر میں چاہتی ہوں۔ کہ آپ مجھے اس کے نتیجہ سے ضرور مطلع کریں" میڈ موازل ڈیلا کور نے رکتے ہوئے کہا۔

"میں اس فرض کو بخوشی ادا کرونگا۔" میں نے صدق دل سے جواب دیا۔

"آپ جسوقت چاہیں میرے چچا کے مکان پر آسکتے ہیں" اُس نے کہا "میں اُسجگہ ہر طرح مختار ہوں اور میرے نیکدل رشتہ دار کیطرف سے مجھپر کسی طرح کی روک یا پابندی عائد نہیں"۔

میں نے پھر ایک بار تعمیل کا وعدہ کیا اور وہ مجھے الوداع کہکر اپنی گاڑی پر سوار ہو کے رخصت ہو گئی لیکن جب میں نے پیچھے مڑکر دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ تھوڑے فاصلہ پر ایڈولف کی پہچانی ہوئی صورت کسی مکان کی ادجھل میں چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جیسا کہ ناظرین کو یاد ہوگا۔ یہ شخص ڈچس کا خادم خاص تھا۔ اور میں حالات کی بنا پر یہ بات یقینی طور پر معلوم کر چکا تھا۔ کہ وہ اس کا مخبر اور جاسوس ہے کچھ عرصہ سے یہ بات میرے ذہن سے خارج ہو چکی تھی۔ کہ کوئی شخص میری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہے لیکن اب یہ حقیقت بڑے زور کے ساتھ از سر نو واضح ہوگئی یقینی طور پر ڈچس کے

دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا۔ کہ جس صورت میں میں اس کے بیٹے کے معاملات میں بیشتر حصہ لیتا رہا ہوں تو اب بھی اس کے اور میڈموازل ڈیلاکور کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ میری ہی معرفت قائم ہوگا اس خیال کی تصدیق جلدی ہی ہو گئی۔ کیونکہ جس وقت میں محل کو واپس آیا تو دربان نے اطلاع دی کہ بیگم صاحب نے تم کو یاد کیا ہے میں اس بلاوے کے لئے نا تیار نہ تھا۔ پس سیدھا زنان خانہ کی طرف ہو لیا۔

بیگم اپنے کمرہ میں تنہا تھی اور اس کے چہرہ پر سختی کے آثار پائے جاتے تھے۔ مجھے سامنے آتا دیکھ کر اس نے کہا "جوزف! مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم میرے بیٹے اور میڈموازل ڈیلاکور کے درمیان خط و کتابت کا ذریعہ بنے ہوئے تھے"

"بانو! میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں" میں نے ادب آمیز استقلال کے ساتھ جواب دیا "کہ آپ یہ الزام کس بنا پر عائد کرتی ہیں۔ لیکن اطمینان فرمائیے۔ کہ وہ غلط ہے۔ فی الحقیقت اگر پاس ادب مانع نہ ہوتا۔ تو میں زور کے ساتھ کہتا۔ کہ میں اس الزام کی حقیقت سے غصہ کے ساتھ انکار کرتا ہوں"

"گستاخ آدمی!" ڈچس نے جس کے چہرہ کا رنگ دفعتاً سرخ ہو گیا تھا۔ کہا "یہ الفاظ میرے سامنے! لیکن شاید تمہیں اس لئے اتنی جرأت ہوئی ہے کہ تم جانتے ہو۔ تمہارے آقا مہربان ہیں لیکن خبردار میرے روبرو کبھی ایسی دیدہ دلیری نہ ہو۔ بھلا یہ کیونکر غیر ممکن ہے۔ کہ وہ شخص جو اپنے آقا کے خطوط اس کی داشتہ کو پہنچانے جاتا تھا۔ اب وہ دو شخصوں کے درمیان خط و کتابت کا ذریعہ ثابت نہ ہو"

میری گردن مارے شرم کے جھک گئی ڈچس کا طعنہ صحیح تھا۔ اور مجھے یہ سوچ کر سخت افسوس ہوا۔ کہ کس لئے میں نے ڈیوک کی چٹھیاں میڈموازل

لگنی کو پہنچانے کا ناپاک فرض ادا کیا۔

"بانو" میں نے ضبط سے کام لے کر کہا "یقین کیجئے کہ اس قابل یاد دن کے بعد جب امرا کی عدالت میں مارکوئیس کے مقدمہ کا آخری فیصلہ ہوا تھا۔ آج پہلا موقعہ ہے کہ مجھے میڈموازل ڈیلاکور سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور وہ بھی قصداً نہیں محض اتفاقیہ طور پر..."

"اتفاقیہ طور پر! کیا اسی لئے تم قریباً پاؤ گھنٹہ اس سے گفتگو کرنے میں مشغول رہے؟" ڈچس نے طنز کے ساتھ پوچھا۔

"معلوم ہوتا ہے ایڈولف نے آپ کو ہر ایک تفصیل سے پوری طرح واقف کر دیا ہے۔" میں نے جواب دیا اور ساتھ ہی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ جو اندازہ میں نے پیشتر اس شخص کے مخبر ہونے کے بارہ میں کیا تھا۔ وہ بالکل صحیح نکلا۔ "بدقسمتی سے بانو آپ کا یہ جاسوس اس گفتگو کو نہ سن سکا جو اس موقع پر میرے اور میڈموازل ڈیلاکور کے درمیان ہوئی تھی۔ لیکن اگر آپ منظور کریں تو میں اسکو بیان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ جو باتیں اس موقع پر ہمارے درمیان ہوئی تھیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ انہیں آپ سے چھپا کر رکھا جائے بلکہ یوجنی کے الفاظ واقعہ میں ایسے تھے کہ وہ ضرور آپ کے کانوں تک پہنچنے چاہئیں۔"

میرا خیال ہے کہ یہ کہتے ہوئے میرے چہرہ پر صداقت اور راستی کے ایسے آثار نمودار ہوئے۔ جن سے ڈچس کو پورا یقین ہو گیا۔ کہ میں اسے دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ چنانچہ اس نے مجھ کو وہ الفاظ دوہرانے کے لئے کہا اور اب کی بار اس کے لہجہ میں کسی طرح کا طنز بالکل نہ تھا۔

"میڈموازل ڈیلاکور نے" میں نے تقریر جاری رکھ کر کہا "مجھے کہا تھا کہ میں اس کی طرف سے موسیو لا مارکوئیس سے درخواست کروں کہ وہ بلا تاخیر

جرمن یونیورسٹی کو واپس چلے جائیں کیونکہ اسی میں خاندان کی بہتری ہے۔"

"ڈچیس گہری سنجیدگی سے میرے منہ کو تکنے لگی - اور اس کے بعد اس بارہ میں مطمئن ہو کر کہ میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں - بولی "تو کیا تم یہ پیغام میرے بیٹے کو پہنچانا چاہتے ہو؟"

"بانو میرا ارادہ یہی تھا - کہ بجنسہٖ یہ پیغام موسیو لا مارکوئیس کے کانوں تک پہنچا دوں"

"تو جاؤ" اس نے حکم دیا - مگر جب اس کے بعد میں سلام کر کے رخصت ہو رہا تھا تو اس نے پیچھے سے آواز دی "اگر تمہیں میرا حکم ماننے سے انکار نہ ہو - تو تھیو بالڈ سے اس بات کا بالکل ذکر نہ کرنا کہ میں نے اس بارہ میں تم سے کسی طرح کی بات چیت کی ہے"

"بانو جہاں تک مجھ کو یاد ہے اس طرح کا موقعہ بہت کم پیش آیا ہوگا کہ میں نے آپ کے کسی فرمان کی حکم عدولی کی ہو" میں نے لہجہ وقار میں جواب دیا "پس اطمینان فرمایئے - کہ میں آپ کے ارشاد کی پوری تعمیل کروں گا"

اتنا کہہ کر میں باہر آ گیا - اور جب اس کے تھوڑی دیر بعد باغ میں نوجوان مارکوئیس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو جو گفتگو میڈموازل ڈیلاکور سے ہوئی تھی - وہ سب میں نے اس سے بیان کی اور یہ بھی بتایا - کہ اس نے مستقبل کے بارہ میں کیا رائے پیش کی ہے -

"آہ قابل تعریف یونینی!" تھیو بالڈ نے پرجوش لہجہ میں کہا اور اسکے ساتھ ہی مسرت کی چمک اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار ہو گئی - "جوزفنا یہ غیر ممکن ہے کہ میں اس کے کسی مشورہ کی تعمیل سے انکار کر دوں اس کے منہ سے نکلا ہوا چھوٹے سے چھوٹا لفظ بھی میرے لئے فرمان واجب الاذعان ہے

کا ورجہ رکھتا ہے بے شک اس کا کہنا صحیح ہے۔ اور مجھ کو ضرور اس تجویز پر عمل کرنا چاہیئے۔ والدہ کی طرف سے پہلے ہی اسپر اصرار تھا۔ اور والد محض اس خیال سے اب تک خاموش تھے۔ کہ اس تجویز پر عمل کرنا میرے حق میں جبر سمجھا جائے گا۔ پس میرے درخواست کرنے پر وہ بھی یقیناً اس بارہ میں منظوری صادر کر دیں گے" اور اس کے بعد تھوڑے توقف سے "بے شک یہی طریقہ بہتر ہے دو تین سال کا عرصہ جلدی گذر جائیگا اور جب والدہ کو معلوم ہوگا۔ کہ میرا دل ہمیشہ کے لئے یوجنی سے وابستہ ہو چکا ہے۔ تو وہ بھی مزید انکار نہ کر سکیگی میرے چلے جانے سے اس آئے دن کی رار کا یقینی خاتمہ ہو جائے گا۔ جس نے گھر میں طوفان محشر بپا کر رکھا ہے۔ اور جس کے بارہ میں اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ مستقل عداوت کی صورت اختیار کرلے گا۔ میں ابھی والد کے پاس جا کر سب حال ان سے کہتا اور ان کی منظوری حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں"۔

اس کے قریباً دو گھنٹے بعد جیمس کی بڑی خادمہ نیلی مجھ سے ملی۔ اور چونکہ ہم اسوقت شاگرد پیشے کے ہال میں اکیلے تھے اس لئے وہ براہ راست معاملہ کی طرف آتے ہی بولی۔

"سنو ۔ جوزف مالک اور مالکن میں پھر وہی تکرار ہونے لگی ہے تھوڑی دیر پہلے میں جب اندرونی کمرہ میں تھی۔ تو وہ نوبہ جھگڑا شروع ہو گیا۔ اور ان کی گفتگو کے چند الفاظ میرے کانوں تک بھی پہنچ گئے ڈیوک نے بیگم صاحب پر یہ الزام لگایا تھا۔ کہ تم در پردہ مارکوئیس پر دباؤ ڈالکر اُسے رخصت ہونے کے لئے اکساتی ہو۔ بیگم صاحب نے انکار کیا

اور میں اپنے اندازہ سے کہتی ہوں۔ کہ وہ راستی پر تھیں کیونکہ میں ان کے طور واطوار کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ لیکن ڈیوک اسوقت بڑے جوش کی حالت میں تھے۔ چنانچہ وہ بار بار اپنی بات پر اصرار کرتے رہے حتےٰ کہ ڈچس نے تنگ آ کر ان سے کہہ دیا۔ کہ آپ بالکل جھوٹ کہتے ہیں اسپر ڈیوک کا غصہ اور زیادہ بھڑکا اور انہوں نے کئی ناگفتہ باتیں کہیں جواب میں ڈچس نے بھی میڈ محازل لگنی کے بارہ میں طعنہ دیا اور کسی بھیانک راز کا بھی ذکر کیا جس کا حال اُن کو یعنی بیگم صاحب کو معلوم تھا ... "

"آہ! کیا یہ بھی انہوں نے کہہ دیا؟ میں نے فوراً یہ سمجھ کر کہ ڈچس کا اشارہ رائین کے ویران قلعہ کے واقعہ کی طرف تھا مضطربانہ پوچھا۔

"ہاں" ایمیلی نے حیرت آمیز نظروں سے میرے منہ کو تکتے ہوئے کہا "لیکن کیا بات ہے تم اس کے متعلق اتنے متعجب کیوں ہو؟ اس بارہ میں کونسے حالات تم کو معلوم ہیں؟"

"کچھ نہیں کچھ نہیں" میں نے جلدی سے گفتگو کا رُخ بدلکر کہا "میرے کہنے کا مطلب محض یہ تھا۔ کہ عورت کو اپنے شوہر کے متعلق ہر طرح کی شکایتوں کے باوجود کوئی ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جو اس کی دل آزاری کا موجب ہو۔"

"میں نہیں جانتی اصلی حقیقت کیا تھی"۔ ایمیلی نے اس پر کہا۔ "تاہم اتنا کہہ سکتی ہوں کہ بیگم صاحب کے لفظوں کا اثر فوری اور حیرت انگیز ثابت ہوا۔ یعنی ڈیوک کا لہجہ فوراً نرم ہو گیا اور انہوں نے کہا۔ تم کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میں آخر تمہارا شوہر ہوں بعد ازاں انہوں نے بیگم صاحب سے معافی بھی مانگی اور آخری فیصلہ یہ ہوا۔ کہ ڈاکٹر کو میں کل ہی جواب دے دوں

ہو جائے اس کے بعد ڈیوک اپنے کمرہ میں چلے گئے اور ڈچس بھی اپنی بیٹھک کی طرف رخصت ہو گئیں "

"لیکن تمہارے پاس والے کمرے میں موجود ہونے کا حال تو کسی کو معلوم نہیں ہوا؟" میں نے ایملی سے پوچھا۔

"بالکل نہیں" اس نے جواب دیا" اور میں اس کے لئے خدا کا شکر کرتی ہوں کیونکہ اگر میری موجودگی ظاہر ہو جاتی تو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا فی الحقیقت اگر کوئی رستہ باہر جانے کا دوسری طرف موجود ہوتا۔ تو میں ایک لحظہ وہاں نہ ٹھیرتی "

"ایملی میری اپنی رائے میں" اسپر میں نے لہجہ فہمائش میں کہنا شروع کیا۔ "بہترین صورت یہ ہوتی۔ کہ جیسے ہی تم نے ڈیوک اور ڈچس کو نجی معاملات پر گفتگو کرتے سنا تھا باہر چلی آتیں "

"تمہارے لئے بعد از وقت پند ونصیحت کا دفتر کھولنا بے شک سہل ہے" وہ مگبڑ کر کہنے لگی" لیکن افسوس تم میری مجبوری کو نہیں سمجھ سکتے سارا واقعہ اسقدر تیزی کے ساتھ پیش آیا۔ کہ میں اگر باہر آنا چاہتی بھی تو نہ آسکتی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں اپنے خیالات جمع کر سکتی۔ ان کی گفتگو ناخوشگوار صورت اختیار کر چکی تھی "

اتنے میں کچھ اور نوکر آگئے اس لئے ہماری گفتگو کا یہیں پر خاتمہ ہو گیا اس سے اگلی صبح کو مار کوئیس ڈی پالن نے مجھے اپنے کمرہ میں طلب کیا اور ایک بند خط میرے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ جوزف میں عنقریب یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں شروع میں والدہ نے بزور انکار کیا تھا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ میں والدہ کے دباؤ سے رخصت ہونے پر آمادہ ہوا ہوں میں نے ان کو

سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر ان کا اطمینان نہ ہو سکا۔ لیکن اس کے بعد وہ جب والدہ سے ملکر واپس آئے تو کافی طور پر مطمئن ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے رخصت کی بخوشی اجازت دیدی۔ لیکن ہاں تم نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ میرا جواب میڈموازل ڈیلاکور کو پہنچا دو گے۔ بس میں چاہتا ہوں کہ میری طرف سے یہ خط اس کے حوالہ کر دو۔ اسے میں نے والد کی رضامندی سے لکھا ہے گو انکی شرط یہ ہے۔ کہ جب تک میں گھر سے باہر رہوں خواہ میری غیر حاضری لمبی ہو یا مختصر دوبارہ یوجینی سے خط وکتابت نہ کروں میں نے اس کا اقرار بھی کر لیا ہے۔ اور میں اس وعدہ کا پابند رہوں گا۔ بہرحال اب میرے جی کو پورا سکون حاصل ہو گیا ہے۔ کیونکہ میں یوجینی کی خواہش کے عین مطابق عمل کر رہا ہوں اور میری دعا ہے۔ کہ میرے رخصت ہو جانے کے بعد اس گھر میں پھر ایک بار امن وراحت کا دور قائم ہو بس جوزف میں اب تم کو الوداع کہتا ہوں۔ اور اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ گہری شکر گذاری کا احساس تمہاری لسندیت میرے دل کو ہے اور میں تمہیں اپنا...“

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ مگر اس کی آواز فرط جوش سے تھرا گئی۔ اس نے فقرہ کو اتمام ہی چھوڑ کر مجھ سے ہاتھ ملایا اور بیتابانہ چلتا کمرہ سے رخصت ہو گیا۔

اس روز قبل دوپہر وہ میں ڈی پالن اپڈولف ایملی اور فلورین کو ساتھ لے کر اپنے باپ سے ملنے میکے چلی گئیں تھی۔ اس سے میرے جی کو گونہ اطمینان ہوا۔ کیونکہ جاسوسوں کی عدم موجودگی میں میں یقیناً الڈ کا خط میڈموازل ڈیلاکور کو پہنچانے کا فرض زیادہ محفوظ طریقہ پر انجام دے سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے تھوڑی دیر بعد میں میڈموازل کے مکان کی طرف روانہ ہوا لیکن

وہاں جاکر معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار پڑی ہے - اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ ایک روز پیشتر میں نے اس اچھی حالت میں دیکھا تھا اور گو وہ زرد رو اور مغموم تھی - تاہم یہ خیال بالکل پیدا نہ ہو سکتا تھا - کہ اس کی صحت اسقدر جلد بگڑ جائے گی تفصیلات سے معلوم ہؤا - کہ وہ جسوقت گاڑی پر سوار ہو کر باہر گئی - تو رستہ میں کئی بار اس کو غش آیا - اس سے سخت تشویش پیدا ہوئی لیکن ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد اطمینان دلایا - کہ خطرہ کی حالت گذر چکی ہے اور گو انہوں نے اس کے لئے کامل سکون تجویز کیا - تاہم اب کسی طرح کا اندیشہ باقی نہ تھا -

یہ حالات مجھ سے میڈموازل ڈیلاکور کی خادمہ نے بیان کئے تھے اسی کو میں نے مارکوئیس کا خط دیدیا اور وہ یہ کہہ کر رخصت ہوئی کہ تم میری واپسی تک اسجگہ ٹھیرو اس کے تھوڑی دیر بعد وہ خط دیکر لوٹی تو کہنے لگی - کہ میڈموازل نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے اور وہ درخواست کرتی ہیں - کہ اگر کبھی آپ فرنسیندہ خط کو کوئی چٹھی لکھیں تو اس میں ان کی بیماری کا ذکر بالکل نہ کریں -

میں نے اس کا وعدہ کیا لیکن محل کی طرف واپس آتے ہوئے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا - کہ اس بیماری کا تعلق حقیقتاً اس رنج و غم سے ہے جو خاتون موصوف کو ایک روز پیشتر میری زبانی یہ معلوم کر کے ہؤا تھا - کہ تھیوبالڈ ایک طرف ماں باپ کے جھگڑوں سے پریشان ہے - اور دوسری طرف میڈموازل ڈیلا کور کو چھوڑ کر جانا بھی نہیں چاہتا -

———

باب ۳۸

جاسوس ایڈولف

ڈچس کو باپ کے گھر گئے قریباً دو ہفتے گذر گئے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ ڈیوک ڈی پالن کے وقت کا بڑا حصہ گھر سے باہر بسر ہوتا تھا۔ اور چونکہ وہ نہ تو گاڑی پر سوار ہو کر جاتا تھا اور نہ گھوڑے پر اس لئے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ ضرور وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر میڈم موازل لگنی سے ملنے جاتا ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے۔ صبح کا وقت تھا اور ڈچس ابھی تک میکے ہی میں تھی۔ کہ ڈیوک ڈی پالن معمول سے کچھ سویرے … بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ ناشتہ کے فوراً بعد گھر سے باہر گیا۔ چونکہ مجھے فرصت تھی۔ اور کوئی خاص کام درپیش نہ تھا اس لئے میں بھی سیر کرنے بلوارڈس کی طرف ہو لیا محل سے کافی دور پہنچنے کے بعد میں جسوقت باغ کی روش پر چل رہا تھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ ایک آدمی باغ کے ایک چھتنار سے پیڑ کے تنے کے ساتھ لگا ہوا کھڑا ہے۔ اس کی حالت اس آدمی سے ملتی تھی۔ جسے کوئی خاص کام درپیش نہ ہو اور محض دم لینے یا سستانے کے لئے ٹھیر گیا ہو۔ لیکن آپ میری حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب میں نے پہچانا۔ کہ یہ شخص درحقیقت بیگم صاحب کا منہ لگا نوکر ایڈولف ہے! … ایڈولف جو ڈچس کے ہمراہ اس کے باپ کے مکان پہ گیا تھا۔ اسکو اتنا سویرے پیرس کے ایک باغ میں دیکھ کر جو حیرت مجھ کو ہوئی اس کا اندازہ کرنا سہل ہے اور اب جو میں نے غور کر کے دیکھا تو معلوم ہو گیا۔ کہ ظاہری لاپروائی کی تہ میں اسکے جاسوسی

اوصاف نمایاں تھے وہ عین بالمقابل ایک مکان کے دروازہ کی طرف تاک لگائے کھڑا تھا۔ لباس اس کا سادہ تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فوراً مجھ کو نہیں پہچانا۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیا وہ ڈچس کے ہمراہ حقیقتاً گیا بھی تھا۔ یا نہیں؟ یا کیا وہ اب دوبارہ اس مقام سے جہاں ڈچس کا باپ رہتا تھا اور جس کا فاصلہ پیرس سے بہت زیادہ نہ تھا واپس آگیا ہے؟

اس سلسلہ میں ایک خیال یہ بھی میرے دل میں پیدا ہوا کہ ممکن ہے ڈچس ڈی پالن کی غیر حاضری میں وہ ہر روز اپنے جاسوسی فرائض ادا کرتا رہا ہو۔ ورنہ اس سادہ لباس کا کیا مطلب اور اتنا سویرے باغ کے ایک درخت کے ساتھ لگ کر کھڑا رہنے کے کیا معنی ہو سکتے تھے؟ عین ممکن تھا کہ اسکا ڈچس کے ہمراہ جانا محض اس بات کا بہانہ ہو کہ ڈیوک اس کی غیر حاضری سے دھوکا کھا کر میڈ موازل لگنی سے کھلم کھلا ملنا شروع کردے اور اسکو تاڑ جھانک کا موقع ملتا رہے۔ کم از کم اس میں کسی شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہ تھی کہ ایڈولف اسوقت ڈیوک ہی کا پیچھا کر رہا تھا۔ اور گو مجھ کو معلوم تھا کہ میڈ موازل لگنی شہر کے ایک اور حصہ میں رہا کرتی تھی۔ تاہم عین ممکن تھا کہ اس نے میری لاعلمی میں اپنا مکان تبدیل کر لیا ہو۔ اور اب اسجگہ رہنے لگی ہو۔

ایڈولف کو پہچاننے کے بعد میں تھوڑی دیر چپ چاپ اور بے حرکت کھڑا رہا کوئی ایک منٹ کے بعد اس نے مجھے پہچانا۔ پہلے تو وہ چونکا پھر جلدی سے درخت کی اوجھل میں چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر ایسا کرتے ہوئے ہم دونو کی چار آنکھیں ہو گئیں۔ عین اس موقع پر میری نگاہ اس سامنے والے مکان کی طرف گئی جدھر ایڈولف کھڑا تکتا تھا۔ اور اسوقت میں نے

۱۸۱۴

دیکھا کہ ڈیوک ڈی پالن اس عمارت کے چوبی پھاٹک میں داخل ہوا ہے یہ حالت دیکھ کر ایڈولف کو اضطراب لاحق ہو گیا۔ لیکن وہ فوراً سنبھل کر بولا "آہ جوزف کیا تم ہو! بہت سویرے آئے"

"اور تم بھی علیٰ ہذا" میں نے پر معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھ کو معلوم ہے۔ کہ تم یہاں کس مطلب سے کھڑے ہو اور میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو حرکت تم کر رہے ہو۔ نہائت درجے شرمناک ہے۔ کیونکہ محض تمہاری اس قابل نفرت جاسوسی کی وجہ سے ہمارے آقا اور بیگم میں تفرقہ پڑتا جا رہا ہے"

ایڈولف نے گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر تند لہجہ میں کہنے لگا "تم کون ہو کہ مجھ کو اس طرح پند و نصیحت کرتے ہو؟"

"میں وہ ہوں جس نے تمہیں خود اپنی جاسوسی کرتے ہوئے دیکھا ہے" میں نے جواب دیا "اور میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اگر پھر تمہیں ایسا کرتے دیکھوں تو وہ سلوک تم سے کروں گا جو مدت العمر یاد رہے"

"خیر کم از کم میں اسوقت تمہاری جاسوسی نہیں کرتا" ایڈولف نے سہمے ہوئے لہجہ میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر وحشت کے آثار نمودار ہوئے جس سے میں یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ اپنی ظاہری تندی کے باوجود باطن میں ڈرپوک اور بزدل ہے۔

"مجھ کو معلوم ہے" میں نے لاپروائی سے کہا "اور یہی باعث ہے کہ میں نے تم کو درخت ——— کے ساتھ لگا ہوا دیکھ کر فوراً ہی چت نہیں گرا دیا اس کے باوجود یاد رکھو میں تم سے سخت نفرت کرتا ہوں" اور یہ کہہ کر میں ایک طرف کو چلنے لگا۔

"جوزف" اس نے دوڑتے ہوئے میرے پاس آ کر کہا "خدا کے لئے وعدہ

کرو کہ تم ڈیوک سے میری موجودگی کا حال نہ کہو گے۔"

"میں اس قسم کا کوئی وعدہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" میں نے استقلال کے ساتھ جواب دیا۔ "فی الحقیقت ایک ایسے قابل نفرت آدمی کے ساتھ جیسے تم ہو میں کسی طرح کی گفتگو کرنا ہی خلاف شان تصور کرتا ہوں۔ تمہاری حالت بالکل اس سرکاری مخبر سے ملتی ہے۔ جس نے اپنے فائدہ کو مدنظر رکھ کر لاتعداد جانوں کی پروا نہ کرتے ہوئے جھوٹی قسم کھانے سے دریغ نہ کیا تھا۔"

اڈولف نے جسے سخت غصہ آیا تھا بے بسی کی حالت میں دانت کٹکٹائے وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ لیکن رک گیا۔ کیونکہ عین اس موقعہ پر ہم دونوں نے ڈیوک ڈی بالن کو بلوارڈس کی طرف آتے ہوئے دیکھا اڈولف کی نظر جب ادھر گئی تو اس نے جلدی سے ایک طرف کو بھاگنے کی کوشش کی مگر میں نے اس خیال سے اس کا بازو پکڑ لیا۔ کہ اس کی موجودگی کا حال ڈیوک کو معلوم ہوجانا ضروری ہے اتنے میں ڈیوک بھی ہمارے پاس آپہنچا۔ اور کڑی نظروں سے دیکھ کر کہنے لگا۔ "اڈولف تم یہاں پیرس میں کب آئے ہو؟" لیکن چونکہ وہ اپنے باطنی اضطراب کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکا اس لئے ڈیوک نے میری طرف مڑ کر پوچھا "جوزف یہ شخص تمہیں کہاں اور کس حالت میں تم سے ملا تھا؟"

"سرکار میں اس باغ کی سیر کرنے آیا تھا۔ کہ ناگاہ اڈولف کو اس درخت کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوئے دیکھا۔"

"سچ کہو!... سادہ کپڑوں میں؟" ڈیوک نے بے تابانہ کہا اور اس کے بعد تھوڑی دیر چپ رہ کر گویا وہ اس بات پر غور کر رہا تھا۔ کہ اُسے کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیے۔ آخرکار اُس نے کہا۔ "اڈولف ہرچند تمہاری ملازمت بعد ہم لاڈ چیس سے تعلق رکھتی ہے تاہم درحقیقت تم میرے ہی نوکر ہو کیونکہ

میں ہی اپنے گھر کا مالک ہوں۔ پس میں آج سے تم کو موقوف کرتا۔ اور حکم دیتا ہوں کہ پھر کبھی میرے محل کے آس پاس قدم نہ رکھنا جوزف تم میرے ساتھ آؤ"

ایڈولف کچھ اس طرح کے الفاظ بڑبڑاتا ایک طرف کو چلا گیا۔ کہ اس معاملہ میں مارشل اور ڈچس ضرور میری حمایت کریں گے۔ اور ہم دونوں اور ڈیوک سمت مخالف میں چلنے لگے تھوڑے فاصلہ پر جا کر ڈیوک چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اور کہنے لگا "کیا ایڈولف نے مجھے سامنے والے مکان میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا؟"

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔

"اور وہ کیا گفتگو تھی جو تم دونوں میں ہو رہی تھی کیونکہ پیشتر جب میں نے کھڑکی کی راہ سے دیکھا تو تم دونو سخت جوش کی حالت میں تھے"

"جی میں ایڈولف کو اس بارہ میں لعنت ملامت کر رہا تھا۔ کہ کیوں اس نے چھپ کر آپ کی نقل و حرکت دیکھنے کی کوشش کی"

"تم نیک دل نوجوان ہو" اتنا کہہ کر ڈیوک نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت کیا اور خود دوبارہ اس مقام کی طرف مڑا جہاں سے چل کر ہم اسجگہ تک آئے تھے

تمہارے جانے پر میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اب ڈچس کے واپس آنے پر پھر اسی جھگڑے تکرار کی نوبت آئے گی۔ کیونکہ ایڈولف یقینی طور پر اپنی موقوفی کی اطلاع ڈچس کو بھیجنے میں تساہل نہ کرے گا۔ لیکن ناظرین سے یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیئے کہ ایڈولف کی مذمت کرتے ہوئے میں اس عورت لگتی کے متعلق ڈیوک کے طریق عمل کو بہر حال پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھتا تھا۔ بالکل نہیں۔ میری نظروں میں ڈیوک کا طرز عمل ناقابل معافی تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ شخص بے حد قابل نفرت تھا۔ جو محض اپنے فائدہ کی خاطر میاں بی بی میں ان کی سابقہ بدگمانیوں کو ترقی دے کر مزید تفرقہ پیدا کر رہا تھا۔ اور یہاں پر سلسلہ داستان جاری رکھنے

سے پہلے میں پھر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے ڈیوک سے جو روپیہ لے کر
برتا تھا۔ اس کی واپسی کے قابل ہونے کے بعد میرا ارادہ یقینی طور پر اس گھر سے رخصت
ہو جانے کا تھا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ مجھ پر ڈیوک کے بھاری احسانات تھے تاہم معاملات
کی پیچیدگی کو بڑھتا ہوا دیکھ کر اور اس بات کا لحاظ کر کے کہ میں نادانستہ
اس الجھن میں زیادہ پھنستا جا رہا ہوں میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا
کہ جتنی جلد ممکن ہو اس گھر سے رخصت ہو جاؤں۔ باغ سے گھر کی طرف واپس آتے
ہوئے میں رستہ میں اس بڈھے ساہوکار کی کوٹھی پر گیا۔ جو یو جینی کا چچا تھا
اور جیسا کہ اس سے پہلے بھی تین چار مرتبہ ہوا تھا۔ میں نے وہاں جا کر ہیڈ موازلی
ڈیلا کورہ کی صحت کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ اب اس کی حالت پہلے کی نسبت بہتر
ہے تاہم بیماری چونکہ شدید تھی۔ اس لئے وہ فی الحال اس قابل نہیں ہوئی
کہ اپنے کمرہ سے باہر آ سکے۔

اس کے دوسرے دن سہ پہر کو ڈچس ایمیلی اور فلورین کو ساتھ لئے میکے سے
واپس آ گئی۔ مگر ایڈولف گاڑی کے ہمراہ نہ تھا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ ڈچس کا چہرہ
زرد شکن آلود اور حال کی پریشانیوں کے نمایاں آثار لئے ہوئے تھا۔ گاڑی
سے اتر کر ایک لفظ تک منہ سے کہے یا دائیں بائیں دیکھے بغیر وہ محل میں
داخل ہو کر سیدھی اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد فلورین باہر
آئی اور مجھ سے پوچھنے لگی "کیا ڈیوک اپنے کمرہ میں تشریف رکھتے ہیں؟"
اور جب میں نے اس کا جواب بصورت انکار دیا تو بولی "وہ جس وقت آئیں ان
سے کہنا۔ کہ بیگم صاحب آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ تیز چلتی رخصت ہو گئی
مگر میں اس کے انداز سے معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ اس وقت سخت پریشانی کی
حالت میں تھی اور اس کے چہرہ پر غم و غصہ کے آثار پائے جاتے تھے اتفاقاً

دیکھا جائے تو ایسا ہونا باعث حیرت بھی نہ تھا۔ کیونکہ اس کی شادی ایڈولف سے ہونی قرار پا چکی تھی۔ اور ایڈولف کو ڈیوک ڈی پالن نے ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد امیلی سے ملنے کا اتفاق ہوا تو وہ پوچھنے لگی "کیا واقعی ایڈولف کو موقوف کر دیا گیا؟ اور یہ سارا واقعہ کیا تمہارے روبرو پیش آیا تھا؟ کل سہ پہر کی بات ہے وہ سخت پریشانی کی حالت میں مارشل کے دیہاتی مکان پر آیا اور سارا حال ڈچس سے بیان کرنے لگا۔ یہاں تک کہ جو دھمکی تم نے اسے دی تھی اس کا حال بھی اس نے کہہ دیا چونکہ یہ ساری باتیں اسوقت ہوئی تھیں جب میں اور فلورین کمرہ میں موجود تھیں اس لئے مجھ کو سارا حال جاننے کا موقعہ مل گیا۔ بیگم صاحب بڑے جوش کی حالت میں تھیں۔ وہ کہنے لگیں جب صورت یہ ہے عنقریب سارا حال دنیا جہان کے روبرو ظاہر ہوتا ہے تو کوئی بات لوگوں سے چھپانے کی حاجت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ عنقریب ڈیوک کی آمد پر پھر کوئی ناگوار جھگڑا شروع ہوگا"۔

"میرا اپنا خیال بھی ہے" میں نے جواب دیا۔ "مگر امیلی یہ تو بیان کرو کیا جب تک بیگم صاحب اپنے والد کے مکان پر ہیں ایڈولف پیرس ہی میں تھا؟"

"اس کے وقت کا بڑا حصہ عملی طور پر پیرس ہی میں گذرا ہے" نوکرانی نے جواب دیا "مگر حالات سے پایا جاتا ہے کہ اس کو ڈیوک کا سراغ لگ گئے ہیں پرسوں ہی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اسی روز اس نے معلوم کیا کہ آقا ہر روز میڈم موازل لگنی کے نئے مکان پر جاتے ہیں۔ اور وہ میں اس مکان کے بالمقابل کھڑا ہو کر ان کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ خیر بیگم صاحب نے اس کی امداد کا وعدہ کیا ہے کیونکہ وہ اس کو بحال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتیں مگر سب سے برا حال بیچاری فلورین کا ہے جو ایڈولف سے

جدا ہو جانے کے باعث ہر وقت روئے جاتی ہے۔ اور اب جوزف میں اطلاعاً تم سے کہتی ہوں۔ کہ ڈچس کو تمہارے برخلاف بہت غصہ ہے ان کا خیال ہے۔ کہ محض تمہاری وجہ سے ایڈولف کی جاسوسی کا حال ڈیوک کو معلوم ہوا پس مجھ کو یقین ہے کہ وہ ڈیوک کے روبرو اس بات پر زور دیں گی۔ کہ تم کو بھی ضرور واقف کر دیا جائے"۔

"اوہ اس کا مضائقہ نہیں" میں نے لاپروائی سے کہا "میں بذات خود اس گھر میں رہنا نہیں چاہتا۔ اور مدت سے رخصت کی تجویزیں سوچ رہا ہوں۔ وہ تو سچ پوچھو بعض حالات کی مجبوری ہے۔ جس نے مجھے اسوقت تک روکے رکھا ورنہ میں کبھی کا چلا گیا ہوتا"۔

نیکدل امیلی اس کے جواب میں کچھ اور کہنے کو تھی۔ کہ ناگاہ ڈچس کے کمرہ میں گھنٹی کی آواز سن کر تیز چلتی اسطرف کو ہولی میں جسوقت سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ تو ڈیوڑھی میں ڈیوک سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور میں نے فلورین کا دیا ہوا پیغام اسی وقت ان کو پہنچا دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس اطلاع کو پاکر ڈیوک کے چہرہ پر گہری پریشانی کے آثار نمودار ہوئے تاہم ایک لفظ تک کہے بغیر وہ پیچھے مڑا اور اپنی بی بی کے کمرہ کی طرف چلا گیا۔

شام کے چھ بجنے کا عمل تھا۔ کہ دن بھر کے واقعات سے پریشانی محسوس کر کے نیز اس خیال سے۔ کہ عنقریب ان دو شخصوں میں جنہوں نے خدا کو حاضر جان کر اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ تازیست ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں گے۔ خوفناک تکرار ہونے والی ہے۔ میں اپنے خیالات کی رو بدلنے کے لئے باغ کی طرف ہو لیا۔ اگست کا مہینہ تھا۔ دن بھر کے تپ اس کے بعد سر شام خنک ہوا چلنے لگی تھی۔ میں بے فکر یگا ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

کوئی ایک گھنٹہ بعد ہیلی مجھ سے ملی جو زرد رو اور پریشان تھی۔ اس کی سوجی ہوئی آنکھوں سے صاف پایا جاتا تھا۔ کہ روتی رہی ہے۔

"اوہ جوزف" اس نے جوش سے تھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ آخر کار وہی ہوا۔ جس کا احتمال تھا۔ یعنی ڈیوک اور بیگم صاحب کے جھگڑے نے خوفناک صورت اختیار کر لی..."

وہ کہتے کہتے رک گئی اور اس ہولناک واقعہ کو یاد کر کے جو اس کے روبرو پیش آیا تھا۔ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا "میں اور فلورین بیگم صاحب کے پاس تھیں کہ ڈیوک اندر آئے اور آتے ہی حکم دیا۔ تم دونو باہر چلی جاؤ۔ مگر بیگم صاحب نے یہ کہہ کر ہمیں ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا۔ کہ آپ میرے عملہ کے مرد نوکروں کو تو بیشک موقوف کر سکتے ہیں۔ مگر میری ماماؤں پر آپکو کوئی اختیار نہیں نہ وہ آپ کا حکم ماننے پر مجبور ہیں۔ اس پر ڈیوک پیچھے مڑا اور یہ کہہ کر باہر جانے لگا۔ کہ میں پھر کسی وقت جب موقعہ حسب حال ہوگا۔ آجاؤں گا۔ آہ جوزف میں بیان نہیں کر سکتی اس وقت بیگم صاحب کی کیا حالت ہوئی بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا۔ بپھری ہوئی شیرنی کی روح ان میں حلول کر گئی ہے۔ وہ دوڑی دوڑی دروازہ کے پاس گئی اور اُسے اندر سے بند کر کے کنجی ہاتھ میں لے لی اس کے بعد واپس آکر ڈیوک کو ملامت کرنی شروع کی اُس نے اس کی مسلسل بے وفائیوں کا ذکر کر کے برملا کہہ دیا۔ کہ ان حالات میں مجھ کو اختیار تھا۔ کہ تمہاری نقل و حرکت کی نگرانی جس طریقہ پر چاہوں کرتی رہوں۔ اور میں اب پھر تم سے کہتی ہوں۔ کہ اگر اپنی پچھلی تقصیرات کی تلافی اور آئندہ اصلاح کا پورا ثبوت نہ دوگے۔ تو میں ہمیشہ کے لئے اپنے باپ کے گھر اٹھ جاؤں گی ڈیوک نے بیگم صاحب کو نرمی سے سمجھانے کی بہت

کوشش کی۔ لیکن ان پر اس فہمائش کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ آخرکار۔ اسوقت چپ ہوئیں جب مارے جوش کے ان میں بولنے کی طاقت نہ رہی۔ جوزف سچ کہتی ہوں بڑا ہی دردناک نظارہ تھا اور مجھ پر تو اس کا اتنا اثر ہوا۔ کہ بے اختیار رونے لگی البتہ سنگدل فلورین ڈچیس کو اس طرح جوش میں آتے اور اپنے شوہر کو بُرا بھلا کہتے دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی۔"

"اور کیا ڈیوک بھی کچھ بولے؟" میں نے آخرکار پوچھا کیونکہ میں اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس بحث میں میرا بھی ذکر آیا تھا یا نہیں۔

"وہ بہت پریشان دکھائی دیتے تھے" امیلی نے جواب دیا اور اس کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے۔ اس نے کہا "لیکن گو ان کے اپنے لہجہ میں جوش کی تھرتھری موجود تھی۔ تاہم ڈچیس کے مقابلہ میں ان کا سکون حیرت خیز تھا۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا۔ کہ میں بے شک تمہاری عدم حاضری میں میڈموازل اگنی سے ملنے گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی گہری سنجیدگی سے سمجھایا۔ کہ میرے اور اس خاتون کے درمیان کوئی اس طرح کا ناپاک تعلق نہیں ہے جس کا تمھیں شبہ ہے۔ پھر یہ بھی انہوں نے کہا کہ تم کو کسی حال میں میری نقل و حرکت کی جاسوسی کا حق حاصل نہ تھا۔ اور یہ بات میری شان مردمی سے بعید ہے کہ میں ان معاملات کی نسبت جن کا حال تم کو محض خفیہ جاسوسی کے ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کسی طرح کے عذر تم سے کروں۔ اس سلسلہ میں ڈیوک نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اس فتنہ و فساد کی ساری ذمہ داری تمہارے باپ کے سر ہے۔ نہ وہ تم کو پٹیاں پڑھاتا۔ اور نہ حالات اس حد تک طول کھینچتے۔ اپنے جواب کے آخری حصہ میں ڈیوک نے کہا کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ مناسب یہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کو رعائتیں پیش کر کے ناچاقی کو مٹانے اور از سر نو

محبت و آشتی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اسپرڈ چیس پھر ایک بار بھڑکیں اور کہنے لگیں۔ وہ کونسی رعائتیں ہیں۔ جو میں تم کو پیش کر سکتی ہوں؟ ڈیوک نے جواب دیا کوئی ایک۔ مثلاً یہ کہ تم اپنے باپ کو آئندہ دخل اندازی سے روک دو۔ اس بات کا اقرار کرو۔ کہ پھر کبھی میری حرکات کی جاسوسی نہ کراؤ گی تھیوبالڈ کو بلاؤ اور اگر میڈ موازل ڈیلاکور سے اس کو واقعی محبت ہے۔ تو انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے کی کوشش ترک کرو۔ اسپرڈ چیس کہنے لگیں کہ یہ سب باتیں بعد کو ہوتی رہیں گی۔ صلح و آشتی کی شرط اول یہ ہے۔ کہ تم قسم لو آئندہ کبھی کسی حالت میں میڈ موازل لگنی سے نہ ملو گے۔ اور جہاں ایک طرف تم نے ایڈولف کو اپنی مرضی سے موقوف کیا ہے وہاں میرے کہنے سے جوزف کو بھی ملازمت سے علیحدہ کر دو۔ اسپرڈ یوک نے تمہاری حمایت شروع کی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ جوزف سے کوئی خطا ایسی سرزد نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے وہ اس سختی کا مستوجب سمجھا جا سکے۔ اس سے وہ جھگڑا جو کسی قدر دبنے لگا تھا۔ از سر نو تیز ہو گیا۔ اور میں نہیں جانتی وہ کتنی ناگوار صورت اختیار کرتا۔ کہ دفعتاً ڈچیس نے دو قدم آگے بڑھ کر اپنے شوہر کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور پر سکون لہجہ میں گو اس کا وہ سکون جوش سے بھی زیادہ ہیبت ناک تھا۔ کہنے لگی۔ میں تو میں ایک بات تمہارے کان میں کہنا چاہتی ہوں۔ خدا معلوم وہ کیا الفاظ تھے۔ جو اس کے بعد اس نے کہے۔ مگر ہاں اتنا میں نے دیکھا کہ ان الفاظ کو سنتے ہی ڈیوک کے چہرہ کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ اور اس نے پولی آواز سے کہا۔ آہ۔ یہ دھمکی تم مجھے دیتی ہو ڈچیس چپ چاپ پیچھے ہٹ کر اپنی جگہ پر آ گئی اب اس کے چہرہ پر فاتحانہ مسرت کے آثار تھے ڈیوک تھوڑی دیر عالم اضطراب میں کمرہ کے اندر ٹہلا کیا۔ اس کے بعد یکایک بولا بہت اچھا میں اس پہلو کو سوچوں گا

مگر جھگڑا پہلے ہی ناگوار صورت اختیار کر چکا ہے اب اسے طول دینا اچھا نہیں
پس اجازت دو کہ میں فی الحال رخصت ہو جاؤں اسپر ڈچس نے کنکھیوں کا کچھ اشارت
سے فلورین کی طرف پھینکا جس نے اشارہ پاکر دروازہ کھولدیا اور ڈیوک رخصت
ہو گیا۔"

اتنا کہہ کر ایمیلی چپ ہو گئی اور بیان کردہ واقعات پر غور کرنے لگی ہرچند
اس کو معلوم نہ تھا کہ وہ کیا الفاظ تھے جو ڈچس نے اپنے شوہر کے کان میں
آواز دبا کر کہے تاہم میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ اس کا اشارہ ڈیوک کے اس
ہولناک جرم کی طرف تھا جو دریائے رائن کے کنارے فرضی جائداد کی خرید و
فروخت کے بارہ میں اس سے سرزد ہوا تھا۔ اور جس کی وجہ سے وہ اپنی خود سر
بی بی کے قابو میں آچکا تھا۔ اپنے بارہ میں میں اس قدر کہنا ہی کافی سمجھتا
ہوں کہ میری بیوقوفی کے متعلق جو مطالبہ ڈچس نے کیا تھا۔ اس کے پورا کیا جانے
میں خود ہی خواہشمند تھا۔ میری اپنی خواہش یہ تھی کہ اس مکان سے جس میں حالات
آئے دن زیادہ ناخوشگوار ہوتے جا رہے تھے جسقدر جلد ممکن ہو رخصت
ہو جاؤں اس کے بعد تھوڑی دیر تک ایمیلی سے اور اور باتیں ہوئیں۔ پھر
رخصت ہونے سے پہلے میں نے اس سے کہا۔ کہ اگر کوئی موقعہ ملے تو فلورین
سے یہ کہنا۔ کہ میں جسقدر جلد ممکن ہو سکا اس گھر کی ملازمت ترک کر کے خود
ہی رخصت ہو جاؤں گا فلورین اس کی خبر یقیناً ڈچس کو پہنچا دیگی اور اس طرح
میاں بی بی میں مصالحت کی جو کچھ رکاوٹیں درپیش ہیں ان میں سے کم از کم
ایک بآسانی رفع ہو جائیگی۔

ایمیلی سے جدا ہو کر میں ڈیوک کے کمرہ کی طرف گیا۔ لیکن جب اس میں داخل
ہوا تو دیکھا کہ ڈیوک ایک طرف کھڑا دو شیشیوں کا مرکب آمیز کر رہا ہے۔ مجھ کو

دیکھ کر اس نے ان شیشیوں پر رومال ڈال دیا اور بے تابانہ کہنے لگا "کیوں اب کیا کام ہے ؟ کیا کوئی نئی خبر لے کر آئے ہو ؟" اور میں نے دیکھا کہ یہ کہتے ہوئے اس کے لہجہ میں خلاف معمول کڑواہٹ پیدا ہو گئی۔

"نہیں سرکار میں کوئی ناخوشگوار اطلاع دینے کے لئے حاضر نہیں ہوا" میں نے ادب کے ساتھ جواب دیا "میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان احسانات کو نہ بھولتے ہوئے۔ جو آپ نے مجھ پر کئے ہیں۔ اور آپ کے فیاضانہ سلوک کو ہمیشہ یاد رکھنے کا وعدہ کرتے ہوئے میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ جسقدر جلد ممکن ہو سکے مجھے میری ملازمت سے برطرف کر دیا جائے"

"آہ یہ تم نے کیا کہا!" ڈیوک نے چونکتے ہوئے پوچھا "کیا ایمیلی یا فسلورین نے ... ؟"

"موسیو لا ڈیوک" میں نے جواب دیا اور ایسا کرتے ہوئے قصداً یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ مجھے ڈچیس کی خادماؤں میں سے کسی کی زبانی واقعات حال کے بارہ میں کوئی کیفیت معلوم نہیں ہوئی "موسیو لا ڈیوک میں خود محسوس کرتا ہوں کہ جس طریقہ پر کل میری وجہ سے ایڈولف کی موقوفی عمل میں آئی تھی۔ اس کے بعد میری موجودگی اس گھر میں یقینی طور پر بیگم صاحب کے بارِ خاطر ہو گی ان حالات میں مجھے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ جسقدر جلد ممکن ہو..."

"سنو جوزف میرا ارادہ کل ایک لمبے سفر پر روانہ ہونے کا ہے" ڈیوک نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "اور میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں میرے خیال میں تم سے یہ بات چھپانے کی حاجت نہیں کہ میرے اور ڈچیس کے درمیان بعض غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ پس بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں عارضی طور پر اپنی ایک دور افتادہ ریاست میں چلا جاؤں۔ جس کے بعد امید

ہے۔ دوستوں کی وساطت سے آپس کی بدمزگی رفع ہو جائیگی۔ میری عدم موجودگی میں
ڈچس یہاں رہے گی۔ اور گو میں اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتا۔ کہ اسکو
میری وجہ سے پریشانیاں لاحق ہوئی ہیں۔ تاہم مجھ کو یقین ہے۔ کہ اس وقت تک
میری طرف سے مصالحت کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوگی۔ جب تک اس کے
جوش میں کمی واقع نہ ہو۔ ان حالات میں میرا خیال ہے۔ کہ اس گھر سے میری رخصت
ہماری صلح و آشتی کی کوشش میں ذریعہ امداد ثابت ہوگی۔ چونکہ میں اچھی طرح جانتا
ہوں۔ کہ تم ایک سمجھدار اور نیکدل نوجوان ہو نیز میں نے ہمیشہ تم کو قابل اعتماد
پایا ہے۔ اس لئے میں یہ سارے حالات اسقدر تفصیل کے ساتھ تم سے بیان
کر رہا ہوں ...."

اس کے باوجود مجھ کو یہ سوچکر بڑی حیرت ہوئی۔ کہ ڈیوک ڈی پالن ایسے ذی جاہ امیر
نے مجھ ادنے نوکر کے روبرو یہ سارے خانگی حالات اس طرح بیان کرنے پسند کئے
گویا ہم دونو مساوی حیثیت رکھتے تھے۔ خیر اس کے بعد میں تھوڑی دیر تک سارے
حالات پر غور کرتا رہا۔ اور آخرکار یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوا۔ کہ جو احسانات
ڈیوک کے میری ذات پر ہیں ان کو نظر رکھ کر نیز اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے
کہ ڈیوک کی روانگی کے ساتھ میں بھی عنقریب اس مکان سے رخصت ہو جاؤں گا
جہاں میری موجودگی بعض حلقوں میں ناپسند تھی۔ بہتر یہی ہوگا۔ کہ ملازمت سے
علیحدگی کے سوال پر مزید اصرار نہ کیا جائے میرے ڈیوک کے ہمراہ اس گھر سے
چلے جانے کے بعد ڈچس کی آرزو بھی پوری ہو جائے گی۔ اور ڈیوک کے حکم کی
تعمیل بھی ممکن ہو گی۔ پس میں نے غور کرنے کے بعد یہی جواب دیا۔ کہ میں آپ کے
حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس سے ڈیوک کو قدرے اطمینان
محسوس ہوا۔

"لیکن" اس نے کہا "میں ایک بات تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جس کو امید ہے تم پوری طرح پیش نظر رکھو گے میرا ارادہ ہے کہ اس تیاری کا حال دم آخر تک ظاہر نہ ہونے دیا جائے۔ حتے کہ میں اپنے عزم سفر کو اس وقت تک پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں جب تک ڈچس اپنے کمرہ میں سونے کے لئے چلی جائے کل صبح نو بجے گاڑی تیار ہوگی اور ہم اس میں رخصت ہو جائیں گے۔ پس تم کو میں ہدایت کرنا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ کا ذکر فی الحال کسی سے نہ کرنا۔ کیونکہ اگر اس بارہ میں کوئی اطلاع ڈچس کے کانوں تک پہنچ گئی۔ تو ممکن ہے۔ پھر جھگڑے تکرار کی نوبت آئے میں ایک خط تمہیں دوں گا وہ خط تم نے کل صبح ڈچس کی کنیزوں میں سے کسی کے حوالہ کر دینا۔ اس میں میرے عزم سفر کا پورا حال تفصیل کے ساتھ درج ہوگا"

ڈیوک کی بیٹھک سے نکلکر میں اپنے کمرہ کی طرف ہو لیا۔ تاکہ کل کے سفر کی تیاری میں اسباب وغیرہ باندھ لوں بہر حال جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا اتنا ہی یہ خیال پختہ ہوتا گیا کہ حالات پیش آمدہ میں ڈیوک کا ارادہ لمبے سفر پر رخصت ہونے کے بارہ میں ہر لحاظ سے مبارک ہے۔ میاں بی بی کی باہمی ناچاقی اب اس حد انتہا تک پہنچ چکی تھی جس کے بعد ان کے یکجا رہنے میں کئی طرح کی قباحتیں تھیں اس لئے عین ممکن تھا۔ کہ اس عارضی علیحدگی میں دوستانہ مصالحانہ کوششیں از سر نو ان میں وہ یگانگت پیدا کر دیں جو حالات کے زیر اثر قطعاً مفقود ہو چکی تھی اور اس طرح پھر ایک بار اس گھر میں راحت کا دور دورہ ہو جائے۔ قریباً دس بجے رات تک میں رخت سفر باندھنے میں مشغول رہا اور آخر کار اسوقت رات کا کھانا کھانے شاگرد پیشے میں گیا۔ اس سے فارغ ہو کر میں جب اس زینہ کی راہ سے جو نوکروں کے استعمال کے لئے مخصوص تھا دوبارہ اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو ایک لمبی غلام گردش میں کسی آدمی کی جھلک

نظر آئی جو بظاہر مجھ سے پرے رہنا چاہتا تھا۔ صرف ایک بار اس کی دھندلی سی صورت
مجھکو دکھائی دی اس کے بعد وہ اندھیرے میں غائب ہو گیا اور میں انتہائی کوشش
کے باوجود یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ کون تھا۔ ایک بار میرے جی میں آئی تھی۔ کہ اس کا
پیچھا کروں ممکن ہے وہ کوئی چور ہو اور بری نیت سے گھر میں داخل ہوا ہو۔ لیکن پھر
سوچ آئی کہ یہ ایک غیر ممکن سی بات ہے۔ کیونکہ اتنا مکمل انتظام اس گھر میں پہرہ
کا تھا۔ کہ دربان کی اطلاع یا اجازت کے بغیر کوئی شخص صحن میں قدم نہ رکھ سکتا
تھا۔ اور چراغ جلنے کے بعد تو کسی نامحرم مرد کا اس وقت تک اندر آنا قطعاً
غیر ممکن تھا۔ جب تک نوکروں میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہو۔ اس خیال کے
آتے ہی میں نے ہر طرح کے اندیشوں کو دل سے نکالدیا اور اطمینان کے ساتھ
اپنے کمرہ کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ رات زیادہ جا چکی تھی اس لئے لیٹتے ہی آنکھ
لگ گئی۔ اور اس کے بعد یہ معاملہ میرے ذہن سے بالکل خارج ہو گیا۔

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ اس سے پیشتر میں نے کسی موقع پر ڈیوک ڈی پالن
کے مکان کا نقشہ قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی تھی اور
اب واقعات مابعد کی تشریح کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تفصیل کی یاد
پھر ایک بار تازہ کی جائے۔ عمارت ایک چوک کی صورت میں بنی ہوئی تھی۔ جس کے
وسط میں بڑا کشادہ صحن تھا۔ محل کا بیرونی حصہ جسمیں پھاٹک تھا۔ سڑک کی
طرف کھلتا تھا۔ اور پچھواڑہ اس باغ کی سمت میں جو عمارت کے پس پشت واقع
تھا۔ اس پچھواڑہ کے سب سے زیریں حصہ میں ڈیوک اور ڈچس کی خوابگاہیں
تھیں جن کی کھڑکیاں باغ کی طرف کھلتی تھیں۔ اور ان کی جھلملیاں آمد شب کے
ساتھ ختیاط سے بند کر دیجاتی تھیں دونو خوابگاہوں کے درمیان ایک مسقف
رستہ تھا جس کا ایک دروازہ بڑے ہال کی طرف کھلتا تھا۔ اور اس میں خود بخود

بند ہونیوالے دروازے لگے ہوئے تھے۔ دوسرا دروازہ جس کے اکہرے کواڑ تھے باغ کی طرف واقع تھا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ناظرین ان تفصیلات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

اس خیال سے مطمئن ہونے کے بعد۔ کہ میں کل صبح اس گھر سے جہاں میری ناچیز شخصیت کئی طرح کی ناخوشگوار الجھنوں کا مرکز بن چکی تھی یقینی طور پر رخصت ہو جاؤں گا۔ میں آرام کے ساتھ سو گیا۔ اور کئی گھنٹوں تک بے فکری کی نیند سویا۔ لیکن دفعتاً کسی غیر معمولی واقعہ سے آنکھ کھل گئی۔ اور گو میں عارضی طور پر یہ تحقیق نہ کرسکا۔ کہ اس پیش از وقت بیداری کا صحیح باعث کیا ہے۔ تاہم اتنا معلوم ہوا۔ کہ میں چونک کر اٹھا ہوں کیونکہ میرا دل زور سے دھک دھک کرتا اور بدن سردی کا احساس لئے ہوئے تھا۔ کوئی غیر واضح اندیشہ میرے جی پر مسلط تھا لیکن کیا؟ اس کا حال مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا۔ دفعتاً بڑے زور سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور میں نے معلوم کیا۔ کہ وہ ڈچس کی خوابگاہ سے متعلق اس گھنٹی کی آواز ہے۔ جو خادمہ ایمیلی کے کمرہ میں لگی ہوئی تھی۔ جو میرے کمرہ کے عین بالمقابل رہا کرتی تھی یہ سوچکر کہ ضرور کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ میں بے تابانہ اٹھا۔ سب سے پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا۔ کہ شاید ڈچس بیمار ہے دن کی ہلکی روشنی کھڑکیوں سے داخل ہورہی تھی۔ اور جب میں نے تپائی پر رکھی ہوئی گھڑی دیکھی تو معلوم ہوا۔ کہ سوا پانچ بجے ہیں۔ گھنٹی کی آواز بند ہو گئی۔ اور میں جلد جلد کپڑے پہن کر بے تحاشہ نیچے کی طرف دوڑا۔ لیکن بڑے ہال میں پہنچا تو عمارت کے زیریں حصہ سے پے درپے جگر دوز چیخوں کی آواز سنائی دی۔ جو بظاہر ڈچس کے کمرہ سے آرہی تھیں آگے گیا تو خادمہ ایمیلی نیم برہنہ حالت میں دروازہ کے پاس کھڑی اسے کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ خود ایمیلی اس وقت زرد رو اور رعشہ براندام تھی مجھ کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ کر اس نے رکتے ہوئے کہا "میرے خدا جو خوف نہیں معلوم کیا ہوا ہے"!

"شاید ڈچس کو غش آگیا" یہ کہتے ہوئے میں نے بند دروازہ کو بڑے زور کی ٹکر لگائی کہ شاید وہ اس طریقہ پر کھل جائے۔ لیکن مجھے اس کوشش میں کامیابی حاصل نہ ہوئی اتنے میں چیخوں کی آواز پھر سنائی دینے لگی تھی۔ مگر جب جلدی ہی اس نے مدھم کراہٹ کی صورت اختیار کر لی۔

"یہ تو کچھ اور ہی معاملہ ہے" میں نے اب دہشت زدہ ہو کر کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی ڈچس کو جان سے مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ادھر آؤ۔ ذرا دوسرے دروازہ کی راہ سے اندر چلیں"!

یہ کہہ کر میں باغ کے دروازہ کی طرف دوڑا جسے چند ثانیوں کے عرصہ میں کھول لیا گیا۔ اور اس کے بعد ہم دونوں میں اور ایمیلی اس چھتے ہوئے رستہ کی طرف دوڑے جو اس سمت میں واقع تھا۔ لیکن جب اس کے سرے پر پہنچ کر اس دروازہ کو کھولنے کی کوشش کی جس کے آگے ڈیوک اور ڈچس کی خوابگاہیں تھیں تو معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی بند ہے! اتنے میں چیخوں کی آواز بالکل بند ہو گئی تھی۔ لیکن جس وقت میں اور ایمیلی دوڑتے ہوئے اس کھڑکی کے پاس گئے۔ جس کے اندر کمرہ میں ڈچس کی مسہری رکھی رہا کرتی تھی تو مدھم ہی کراہٹ کے ساتھ ملی ہوئی سرد آہوں کی کپتی ہوئی آواز سنائی دی۔ میں نے جھلملی کھولنے کی کوشش کی۔ مگر اس میں ناکام رہا۔ اس اثنا میں ایمیلی میرے پاس کھڑی ہاتھ ملتی اور دردناک بے جوڑ کلمات کہتی رہی۔ ہر گو میری اپنی حالت بلحاظ جوش و اضطراب اس سے بہتر نہ تھی تاہم اتنا ضبط اب بھی مجھ میں تھا۔ کہ میں نے اس قیمتی وقت کو لاحاصل تاسف میں

ضائع کرنا پسند نہ کیا۔ ایک مرتبہ پھر میں نے چٹخنی کو توڑنے کی بے سود کوشش کی۔ مگر وہ اتنی مستحکم اور مضبوط تھی۔ کہ سعیِ عظیم کے باوجود میں اس کا ایک جوڑ بھی ڈھیلا نہ کر سکا۔ اور اس کے بعد یکایک اس وقت جب میں بے بسی کے عالم میں کھڑکی کے بالائی حصہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ دھوئیں کی سیدھی لکیر عمارت کے اس پہلو کی چھت سے اوپر کو اٹھ رہی ہے۔ جسمیں ڈیوک کی خوابگاہ واقع تھی میں نے امیلی کی توجہ اس طرف دلائی ہی تھی۔ کہ اتنے میں ڈیوک کا بڑا نوکر اور تین چار دوسرے ملازم ہمارے پاس آ پہنچے۔ اول الذکر نے یہ کام میرے سپرد کیا کہ ڈیوک کے کمرہ کی کھڑکی کے باہر کھڑا ہو کر ادھر سے آوازیں دوں اور خود دوسرے نوکروں کو ساتھ لے کر اندرونی دروازہ کھلوانے کی غرض سے دوسری جانب چلا گیا میں نے ڈیوک کی خوابگاہ کے پاس جاکر کھڑکی کی بند چٹخنی پر زور زور سے مکے مارنے اور ساتھ ہی اس طرح زور زور سے چلانا شروع کیا۔ جس سے پایا جاتا تھا کہ کوئی بڑا ہیبتناک واقعہ پیش آیا ہے۔ قریباً ایک منٹ اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ اور حالت پیش آمدہ میں وہ ایک لمحہ کا عرصہ بھی میرے لئے ایک صدی کے برابر لمبا ثابت ہوا۔ مجبور ہو کر میں نے چٹخنی کو ذرا سا اٹھایا۔ اور کھڑکی کے شیشہ پر زور کا مکہ مار کر اسے توڑ ڈالا۔ اس کے چند ثانیہ بعد کھڑکی کا پٹ ذرا سا کھلا اور ڈیوک کی آواز مضطربانہ پوچھتے سنائی دی "کون ہے؟" اس کے بعد جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے بے تحاشا چلانا شروع کر دیا "چور! چور! خبردار جو تم نے آگے بڑھنے کی کوشش کی یاد رکھو میں فیر کر دوں گا!"

"سرکار میں ہوں۔ جوزف ولمٹ۔" اس پر میں نے کہا "خدا کے لئے اپنے کمرہ کا دروازہ کھول لیجئے!"

"کیا تم جوزف ولمٹ ہو؟" اس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا "کیوں اتنا سویرے..."

کیا معاملہ ہے؟"

"اوہ موسیو میں کچھ عرض نہیں کر سکتا" میں نے رُکتے ہوئے جواب دیا "لیکن میرے خیال میں بیگم صاحب کو ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے"

"کیا ڈچس کو؟ میرے خدا۔۔۔ اچھا ٹھیرو میں ابھی دروازہ کھولتا ہوں"

ادھر ڈیوک مجھ سے باتیں کر رہا تھا ادھر اُس کا بڑا نوکر دو تین آدمیوں کے ساتھ بند دروازہ کو زبردستی کھولنے میں مشغول تھا۔ چنانچہ عین اسوقت جب ڈیوک دروازہ کھولنے کے لئے پیچھے مڑا تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ آواز سن کر میں بھی اندھا دھند اسی طرف کو دوڑا۔ اتنے میں شور و غل کی آوازیں سن کر پانچ چھ نوکر اور بھی اسجگہ آ گئے تھے چنانچہ ہم سب کھلے دروازہ کی راہ سے لمبی غلام گردش میں داخل ہوئے۔ اور وہاں سے اس کمرہ کی طرف بھاگے۔ جس کے آگے ڈچس کی خوابگاہ واقع تھی۔ لباس تبدیل کرنے کے کمرہ سے گذر کر ہم بے تحاشا خوابگاہ میں گھس گئے۔ اور اندر جاکر دیکھا کہ۔۔۔ اف خداوندا! ڈچس کی لاش فرش زمین پر پڑی تھی!

باب ۔ ۵

قتل کے اسرار

پلنگ کے عین پاس۔ فرش زمین پر بچھے ہوئے قالین پر مقتول ڈچس پڑی تھی۔ گلے میں رات کے پہننے کا لباس تھا۔ جس پر جابجا خون کے سرخ دھبے لگے تھے۔ سر کے بال بھی خون سے چپکے ہوئے اور پیشانی میں گہرا گھاؤ تھا۔ جس سے اب تک خون بہہ رہا تھا۔ علاوہ بریں اس کی چھاتی شانوں اور بازوؤں پر بھی لاتعداد

زخم تھے۔ اور ان میں سے ایک کے اندر پیشین تبض کا ٹوٹا ہوا پھل اب تک موجود تھا۔ ایک جانب قالین پر خون سے بھرا ہوا پستول تھا۔ اور گھنٹی بجانے کی رسی زور سے کھینچے جانے کے باعث ٹوٹ کر ایک جانب گر گئی تھی۔ پلنگ کی چادروں اور لحاف پر نیز دیواروں اور فرنیچر کے سامان پر جابجا خون آلودہ ہاتھوں کے نشان تھے کرسیاں اور میزیں ادھر ادھر الٹی ہوئی پڑی تھیں اور کمرہ کی عام حالت ظاہر کرتی تھی۔ کہ بدنصیب خاتون نے جان دینے سے پہلے بڑی زور دار جدوجہد کی ہوگی۔ پہلے ہمارا خیال تھا۔ کہ ڈچیس بالکل بے جان ہے لیکن اس بھیانک نظارہ کی تکمیل میں اگر کوئی کسر باقی تھی تو وہ اسوقت پوری ہوگئی۔ جب ہم نے دیکھا۔ کہ اس میں ابھی تک کوئی کوئی سانس باقی تھا۔ اسکی آنکھیں کھلی تھیں گو انپر مردنی چھانے لگی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس کی خون آلودہ چھاتی اب تک متلاطم تھی۔ اور اس کے منہ سے رک رک کر تیز جھٹکے دار سانس خارج ہوتا تھا۔ وہ بولنے کے ناقابل تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ گو اس کی آنکھیں کھلی تھیں تاہم اپنی بے ہوشی کی وجہ سے وہ گردونواح کے حالات سے بالکل بے خبر تھی۔

اس اثنا میں تقریباً گیارہ بارہ آدمی اس کمرہ میں جمع ہو چکے تھے۔ یعنی چار یا پانچ مرد اور باقی نوکرانیاں بالآخر چند شخصوں نے ملکر قریب المرگ ڈچیس کو فرش زمین سے اٹھایا۔ اور پلنگ پر لٹا دیا۔ شروع میں تو میری نگاہ فقط اس ایک بھیانک نظارہ پر لگی ہوئی تھی۔ جو ہم سب کے پیش نظر تھا۔ یعنی زخم خوردہ ڈچیس کے خون آلودہ بدن پر۔ جس سے زندگی کا شرارہ تیزی سے ساتھ رخصت ہو رہا تھا۔ لیکن دفعتاً معلوم ہوا کہ موقوف شدہ ملازم ایڈولف بھی اس کمرہ میں موجود ہے۔ اور ڈچیس کو پلنگ پر لٹانے کے کام میں سہارا دے رہا ہے۔ بہر حال میں زیادہ عرصہ تک اس کی موجودگی کے سوال پر توجہ نہ

دے سکا۔ کیونکہ اتنے میں ایک آدمی ڈریسنگ گون پہنے نوکروں کے ہجوم کو چیرتا آگے بڑھا۔ اور بدنصیب ڈچس کے کچلے ہوئے جسم پر گر کر اس طرح کے دردناک لہجہ میں بین کرنے لگا۔ کہ جتنے آدمی اسجگہ موجود تھے۔ سب کے دل کانپ اُٹھے یہ شخص ڈیوک ڈی پالمن تھا!

اتنے میں ہر طرف سے آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ ڈاکٹر کو بلاؤ۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کسی نے کہا۔ کہ پولیس کو طلب کرنا ضروری ہے۔

نوکروں میں سے بعض ان دو کاموں پر روانہ ہوئے اور ان کے چلے جانے پر میں نے دیکھا۔ کہ جو باقی رہ گئے ایڈولف ان میں شامل تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کا نام کسی طرح ڈیوک کے کانوں میں بھی پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ جو اب تک ڈچس کے پلنگ پر جھکا ہوا آہ وزاری کر رہا تھا۔ اب دفعتاً اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور ایڈولف کو گریبان سے پکڑ کر غصہ اور جوش سے کہنے لگا "کمبخت تو نے ہی اس کی جان لی ہے"!

ان الفاظ کو سن کر ایڈولف کے چہرہ کی رنگت پیلی پڑ گئی اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اس نے بولنے کی کوشش کی مگر ایک لفظ تک مُنہ سے نہ نکل سکا۔ اتنے میں ہر شخص کی آنکھیں شکی انداز سے اس کی طرف لگ گئی تھیں اور میں نے دیکھا کہ گو ہم میں سے ہر ایک آدمی نیم برہنہ تھا۔ یعنی حالت اضطراب میں جو کپڑا کسی کے ہاتھ آیا وہی پہنکر آ گیا لیکن ایڈولف نے پورا لباس پہنا ہوا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ شاید رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

"آہ۔ شائد اسی کو میں نے کل رات اندھیرے میں غائب ہوتے دیکھا تھا" یکایک میرے منہ سے نکلا۔

میرے ان الفاظ پر متجسس نگاہیں ہر طرف سے اُٹھنی شروع ہوئیں

اور مجھے تفصیل کے طور پر بیان کرنا پڑا۔ کس طرح شب گذشتہ کو دس اور گیارہ بجنے کے درمیان میں نے کسی شخص کو اندھیرے میں چھپنے کی کوشش کرتے دیکھا تھا۔

"اور دیکھو تو یہ اس کی ٹوپی بھی پڑی ہے" نوکروں میں سے ایک نے ڈچس کے پلنگ کے نیچے سے ایڈولف کی ٹوپی اُٹھا کر دکھاتے ہوئے کہا۔

"لے جاؤ۔ اس نمک حرام کو دوسرے کمرہ میں لے جاؤ" ڈیوک نے تحکمانہ لہجہ میں کہا "اور پولیس کی آمد تک زیر حراست رکھو۔ اسی نے ڈچس کو مارا ہے"

اس اثنا میں ایڈولف کی حالت عجیب تھی یعنی وہ پانی کے باہر نکالی ہوئی مچھلی کی طرح زور زور سے سانس لیتا اور حیران و سراسیمہ الزامات کی جوابدہی سے قاصر کچھ بولنے کی کوشش کرتا دکھائی دیتا۔ لیکن اس کے باوجود خاموش تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ الفاظ اس کے حلق میں آکر رک جاتے ہیں اتنے ہی میں چند نوکر اُسے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔

یہ سارا واقعہ ایک منٹ سے بھی کم عرصہ میں پیش آیا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ فقط چند ثانیوں کا عرصہ اس میں صرف ہوا۔ یعنی اس سے بھی کم جتنا مجھے ان واقعات کی تحریر یا ناظرین کو ان کے پڑھنے میں لگا ہے۔ مطلب یہ کہ سب کام غیر معمولی عجلت اور جوش کے ساتھ دہشت اضطراب اور پریشانی کی حالت میں کیا گیا۔ جس وقت ڈیوک ایڈولف پر قتل کا الزام عاید کر رہا تھا۔ ایمیلی دوا اور خادماؤں کے ساتھ ڈچس کے پلنگ پر جھکی ہوئی بدنصیب مرنے والی کے حلق میں پانی ٹپکا رہی تھی۔ لیکن اس کی حالت ہر قسم

کی امید کے دائرہ سے باہر ہو چکی تھی۔ ابھی سے موت کی ہچکی آنے لگی تھی۔
چنانچہ ایڈولف کو اس کمرہ سے باہر گئے مشکل سے ایک منٹ گزرا تھا۔ کہ
ڈچس کا جسم ٹھنڈا پڑنا شروع ہو گیا۔

ڈچس کی موت کے ساتھ ہی ڈیوک ڈی پالن کی اپنی حالت
میں تبدیلی واقع ہونی شروع ہوئی یعنی سخت ضعف جانی کی حالت میں وہ ایک
کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور آنکھیں بے مدعا چاروں طرف دیکھنے لگیں ڈیوک کی
یہ حالت دیکھ کر میں نے درخواست کی۔ کہ آپ اس کمرہ سے باہر تشریف
لے جائیں۔ تو بہتر ہو۔ چنانچہ میرے ہاتھ کا سہارا لے کر وہ خوابگاہ کے باہر
ڈچس کے تبدیل لباس کمرہ کی طرف چلا گیا۔ جہاں میں نے اس کو ایک گلاس
سرد پانی کا پیش کیا۔ اور اس کی تھوڑی سی مقدار پی کر وہ بڑبڑاتے ہوئے
اسقدر کہنے کے قابل ہوا۔ اوہ جوزف۔ کتنا جگر پاش۔ روح فرسا واقعہ پیش
آیا ہے ہائے جب اس کی اطلاع میرے عزیز بیٹے تھیوبالڈ کو پہنچے گی۔
تو وہ کیا خیال کرے گا اور... میرے چھوٹے بچوں کا کیا حال ہوگا!

اتنا کہہ کر اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا اور اپنی کہنیاں
گھٹنوں پر ٹیکے ایک لمحہ چپ چاپ اور بے حرکت بیٹھا رہا۔ لیکن نہ آنسو کا
ایک قطرہ اس کی انگلیوں کی راہ سے گرتا دکھائی دیا۔ نہ اس کی چھاتی متلاطم
نظر آئی نہ کوئی آہ اس کے ہونٹوں سے نکلی۔ اس کا رنج و غم اس درجہ انتہا
تک پہنچا ہوا تھا۔ جس کا اظہار غیر ممکن سمجھا گیا ہے اور اس کے بعد دفعتاً
وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور تیز چلکر اپنے کمرہ میں داخل ہوا اس
نے اس کا دروازہ بھی جلدی سے بھیڑ لیا۔ میں نے اس کے پیچھے جانے کی
کوشش کی لیکن جرأت نہ کر سکا کیونکہ اس کا غم اتنا مقدس اور پاک تھا

کہ اس میں دخل اندازی گناہ معلوم ہوتی تھی۔
اس کے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر اور محکمۂ پولیس کے آدمی آنے شروع ہو گئے ڈاکٹروں کی آمد پر جس قدر نوکر ڈچس کی لاش کے پاس موجود تھے داروغہ کے حکم سے باہر بھیج دیئے گئے۔ سرسری معاینہ کے بعد معلوم ہوا کہ بیگم کا تار نفس ٹوٹ چکا۔ اور اب لاش بالکل بے جان تھی۔ اس معائنہ کے بعد پولیس کی آمد کے انتظار میں کمرہ کی ہر ایک چیز اسی طرح رکھے رہنے کا انتظام کیا گیا اتنے میں پولیس کے اہلکار بھی آپہنچے۔ اس وقت تک گھر کا ایک نوکر اس کمرہ کے دروازہ پر پہرہ دے رہا تھا۔ جسمیں ایڈولف بند تھا۔ پولیس کی آمد پر دو سپاہی اس کی بجائے متعین کر دیئے گئے مختلف نوکر کپڑے پہنے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ لیکن میں نے دیکھا۔ کہ ہر شخص کے چہرہ پر دہشت پریشانی اور سراسیمگی کے آثار نمودار تھے۔
میں نہیں جانتا یہ اس تعصب کا نتیجہ تھا۔ جو ایڈولف کے برخلاف میرے دلمیں جاگزین ہو چکا تھا یا صحیح وجہ کچھ اور تھی بہرحال امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے شروع سے ہی ایڈولف کو مجرم تصور کر لیا۔ علاوہ بریں کیا یہ امر واقعہ نہ تھا۔ کہ اُسے بلا وجہ ڈچس کے کمرہ میں کھڑا پایا گیا اور وہیں اس کی ٹوپی پڑی ہوئی ملی؟ یہ ساری باتیں اس خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں کہ وہ پہلی رات ہی کسی نہ کسی طریقہ پر خوابگاہ میں داخل ہو کر چھپ گیا اور یا تو مناسب وقت کے انتظار میں یا دون ہمتی کی وجہ سے دن نکلنے سے پیشتر حملہ آور نہ ہو سکا۔ لیکن ایک سوال یہ پیدا ہوا کہ اس نے اس جرم کا ارتکاب کس لیے کیا ہوگا؟ اس کے جواب دو تھے۔ اول طمع دوسرے انتقام سچ پوچھئے تو مجھے اس شخص کی شکل وصورت ہمیشہ سے ناپسند تھی

اسکی چھپی ہوئی چور نظریں۔ اس کا تند و ترش چہرہ اسکی خاموشی اور رازداری کی کوشش۔ غرض ساری باتیں اُسے کسی مرد نیک طینت سے زیادہ مجرم ثابت کرنے والی تھیں طامع بھی وہ ضرور تھا۔ ورنہ کس لئے مخبر کا ادنےٰ فرض انجام دینا منظور کرتا؟ میں نے اندازہ سے معلوم کیا۔ کہ وہ لوٹ مار کی غرض سے آیا ہوگا۔ پیشتر اس کا خیال تھا۔ کہ بلا مزاحمت جو جی چاہے گا۔ لے جاؤں گا۔ لیکن جب ڈچس نے مقابلہ شروع کیا۔ تو وہ بھی وار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ رہ گیا انتقام۔ تو اس کی صحیح نوعیت سمجھنا بہت دشوار نہ تھا۔ اس میں شک نہیں وہ بیگم کا اپنا مُنہ لگا نوکر تھا۔ تاہم ممکن ہے اس کو یہ گلہ ہو کہ کس لئے بیگم صاحب نے موقوفی کے سوال پر ڈیوک کے فیصلہ کا مقابلہ نہ کیا؟ کیوں اس نے زور دے کر اس کی بحالی کی کوشش نہ کی اور کیوں اس کی موقوفی کو چپکے سے ایک امر طے شدہ سمجھ لیا؟ پھر اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی موقوفی کے بعد کوئی رقم بطور امداد بیگم سے حاصل کرنا چاہتا ہو اور اس کے نہ ملنے پر اس کا جوش انتقام بھڑک اُٹھا ہو غرض یہ اور کئی ایک باتیں اور بھی اس خیال کی تائید کرنے والی تھیں۔ کہ جو کچھ ہوا ایڈولف کی طمع اور طینت بد کا نتیجہ تھا۔

مگر افسوس وہ امیدیں جو ڈیوک ڈی پالن کو مصالحت کے بارہ میں لگی ہوئی تھیں۔ وہ کسی غم آمیز طریقہ پر یاس میں تبدیل ہوئیں کتنا بھاری صدمہ بد نصیب امیر کو اس واقعہ سے ہوا ہوگا۔ کہ ایک غیر متوقع سانحہ عظیم نے وہ خلیج اس کے اور بیگم کے درمیان حائل کر دی جسے اب کوئی طاقت پاٹ نہ سکتی تھی!

ابھی غمناک خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا تھا۔ کہ ایک نوکر نے اطلاع

لے کر آیا۔ کہ صاحب مجسٹریٹ نیچے بیٹھے تحقیقات کر رہے ہیں۔ اور تم کو بیان دینے کے لئے طلب فرمایا ہے۔ میں اس بلاوے کے لئے نا تیار نہ تھا۔ اور اس لئے پہلے ہی ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہو چکا تھا۔ نیچے اترا تو معلوم ہوا کہ تفتیش کا عمل کھانا کھانے کے کمرہ میں جاری ہے۔ وہیں کھانے کی میز کے ایک سرے پر صاحب مجسٹریٹ جنہیں اہل فرانس کی اصطلاح میں کمسری کہا جاتا ہے سامان نوشت سامنے رکھے بیٹھے تھے۔ ڈیوک ڈی پالن زرد رو اور غمناک ان کے پہلو میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور دو جنبد مہ سپاہی دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

میرے داخل ہوتے ہی صاحب مجسٹریٹ نے ڈیوک سے کہا "موسیو لا ڈیوک میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے دوسرے کمرہ میں تشریف لے جائیں۔۔۔"

ڈاک نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ اور اس کے بعد رکتے ہوئے کہا "میرا خیال تھا کہ ان حالات میں جن میں یہ افسوسناک واردات عمل میں آئی ہے۔ آپ مجھے اسجگہ ٹھیر کر حالات سے واقف ہوتے رہنے کا موقعہ دینا منظور کریں گے۔"

"آپ کا فرمانا صحیح ہے" صاحب مجسٹریٹ نے ادب و استقلال کے ساتھ تسلیم کیا "لیکن مصلحت یہ چاہتی ہے کہ آپ فی الحال باہر تشریف لے جائیں۔ اس کے بعد جب ضرورت ہوگی آپ کو دوبارہ طلب کر لیا جائے گا۔"

ڈیوک نے مزید انکار فضول سمجھا اور گردن جھکائے آہستگی کمرہ سے رخصت ہو گیا۔ مجھے اس کی حالت پر بہت رحم آتا تھا۔ کیونکہ اس کا غم حقیقتاً ناقابل برداشت تھا۔ ڈیوک کے چلے جانے کے بعد صاحب

مجسٹریٹ نے سپاہیوں میں سے ایک کو اشارہ سے اپنے پاس بلایا اور چند لفظ دبی آواز میں اس کے کان میں کہے اس پر وہ سپاہی بھی کمرہ سے باہر چلا گیا۔

اب مجھ سے مخاطب ہو کر صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا۔ کیا تم فرانسیسی میں بخوبی گفتگو کر سکو گے؟" چونکہ میں اس زبان کے مسلسل مطالعہ سے اس پر کافی عبور حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے میں نے جواب دیا" جی ہاں میں اس زبان میں اچھی طرح گفتگو کر سکتا ہوں"۔

"تو یہ بتاؤ کیا واردات کی شام کو ڈیوک ڈی پالن نے کوئی بات تم سے کہی تھی؟" صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے جواب دیا" انہوں نے مجھ کو اگلے روز سفر پر اپنے ہمراہ چلنے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا تھا"۔

"اس گفتگو کے مزید حالات، جو تم کو معلوم ہیں، یاد کر کے بیان کرو"۔

میں نے جہاں تک حافظہ مدد دے سکتا تھا۔ ساری گفتگو لفظ بلفظ بیان کی اور ڈیوک کے ان خیالات کو بھی دہرایا جو اس نے اس بارہ میں ظاہر کئے تھے۔ کہ اس کی عارضی عدم موجودگی میں تعلقات کی وہ کشاکشی جو ڈچس سے پیدا ہو چکی تھی۔ یقینی طور پر رفع ہو جائے گی بعد ازاں صاحب مجسٹریٹ نے اس بارہ میں استفسار کیا کہ وہ کس کی صورت تھی جسے تم نے بوقت شب اندھیرے میں غائب ہوتے دیکھا تھا؟ لیکن اس کے متعلق میں کوئی فیصلہ کن جواب نہ دے سکا۔ اس لئے اتنا ہی کہا۔ کہ ممکن ہے وہ صورت ایڈولف کی ہو یا کسی اور کی ہو اس کے تعلق میں کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا اس پر صاحب مجسٹریٹ نے مجھے بیٹھ جانے

کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ جب تک سارے گواہوں کے بیانات قلمبند نہ ہو چکیں میں نہیں چاہتا کسی آدمی کو باہر جانے کی اجازت دیجائے۔

میرے بعد ڈیوک کے خادم خاص کو طلب کیا گیا۔ جس نے حسب ذیل بیان دیا۔

"واردات کی رات کو میں جب دس بجے کے قریب سرکار کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں کل لمبے سفر پر روانہ ہونا چاہتا ہوں اس لئے میرے ٹرنک تیار رکھنا۔ ساتھ ہی یہ بھی انہوں نے کہا۔ کہ صبح نو بجے گاڑی تیار رہے۔ لیکن خبردار میری روانگی کی اطلاع کسی دوسرے نوکر کو نہ ہو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا۔ اس کی خبر ڈچس کے کانوں تک پہنچے اور ہم ہیں پھر کسی تکرار کی نوبت آئے"!

اس کے بعد صاحب مجسٹریٹ نے متفرق سوالات اس بارہ میں کرنے شروع کئے۔ کہ واردات کا حال سب سے پہلے کیونکر معلوم ہؤا۔ بلکہ اس سلسلہ میں انہوں نے مجھ سے بھی چند ایک سوالات دریافت کئے اور پوچھے دوبارہ بیان دیتے ہوئے ایک اور واقعہ کی یاد میرے ذہن میں تازہ ہو گئی اور میں نے صاحب مجسٹریٹ کو بتایا۔ کہ جس وقت میں بند کھڑکی کے باہر کھڑا آوازیں دے رہا تھا۔ تو مجھے مکان کے اس حصہ سے جدھر سرکار کی خوابگاہ واقع ہے۔ دھواں سا چھت کے اوپر اُٹھتا ہوا دکھائی دیا تھا۔ پیشتر یہ واقعہ بالکل ہی میرے ذہن سے اُتر گیا تھا۔ لیکن اب یاد آنے پر میں نے اس کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھا۔ اس پر صاحب مجسٹریٹ نے دوسرے سپاہی کو اشارہ سے اپنے پاس بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ اور وہ بھی رخصت ہو گیا۔ جس کے بعد ایک اور سپاہی اس کی جگہ کھڑا ہو کر پہرہ دینے لگا۔

اب خادمہ ایمیلی کا بیان شروع ہوا۔ جس نے ان حالات کے متعلق جن میں واردات کا علم نوکروں کو ہوا تھا۔ میرے اور ڈیوک کے بڑے نوکر کے بیان کی تائید کی اس کے بعد باری باری سائیس کوچبان اور اس نوکر کی شہادتیں ہوئیں جسے گاڑی کی تیاری کے متعلق ڈیوک کے خادم خاص نے مختلف ہدایات دی تھیں۔

لیکن ان کا بیان ختم ہوا ہی تھا۔ کہ وہ سپاہی جو سب سے آخر میں کمرہ سے باہر گیا تھا۔ واپس آ گیا۔ اس نے تھوڑی دیر صاحب مجسٹریٹ سے کھسر پھسر باتیں کیں اور ساتھ ہی ایک سر بمہر لفافہ پیش کیا۔ جسے صاحب مجسٹریٹ نے کھول کر پڑھا۔

خط کے مطالعہ سے فارغ ہو کر وہ مجھ سے مخاطب ہوئے اور بولے "غالباً تم نے اپنے بیان میں یہ کہا تھا۔ کہ ڈیوک ڈی پالن روانگی سے پہلے کوئی خط تمہارے حوالہ کرنا چاہتے تھے۔ اور ان کا منشا یہ تھا کہ وہ خط روانگی سے پہلے ڈچس کو پہنچا دیا جائے"؟

"جی ہاں یہ بالکل صحیح ہے" میں نے جواب دیا۔ "موسیو ڈیوک نے فرمایا تھا کہ میں وہ خط کل صبح تمہیں دوں گا۔ اور تم نے اسے کینیزوں میں سے کسی ایک کو دیدینا۔ تا کہ وہ اسے ہماری روانگی کے فوراً بعد ڈچس کے حوالہ کر دیں"

"اچھا تو یہ خط جو میں تمہیں دیتا ہوں اسے لے کر پڑھو۔ اور بتاؤ کیا اس کی تحریر اتنی ہی صاف اور اعتماد بخش ہے۔ جتنا اس گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا۔ جو ڈیوک نے تم سے کی تھی"؟

میں نے خط لے کر پڑھا۔ اتنا رقت خیز اس کا مضمون تھا۔ کہ میرے لئے آنسو ضبط کرنا دشوار ہو گیا۔ اس خط میں ڈیوک نے صاف طور پر لکھا تھا۔ کہ بے شک مجھ سے خطائیں سرزد ہوئی

تھیں۔ اور میری بعض حرکات ایسی ہیں جنہیں بدترین دشمنی میں دیکھا جاسکتا
ہے۔ لیکن ایک فرد شریف و عزت دار کی حیثیت میں میں صاف صاف کہتا ہوں
کہ میرے اور میڈم وادل انگم کے درمیان کبھی کسی قسم کے گناہ آلود تعلقات
نہ تھے۔ محض اخوت کا دوستانہ تعلق تھا۔ اور یہ صحیح ہے کہ میں نے باوقات
مختلف اس کو مالی امداد دی لیکن اس کی وجہ محض یہ تھی۔ کہ تم نے (اشارہ
ڈچیس کی طرف ہے) اس کے برخلاف بے وجہ شک کرکے اسے بہت نقصان
پہنچایا۔ چنانچہ محض تمہارے حسد سے اس کی ملازمت چھوٹی اور تم نے جو
الزامات اسپر لگائے تھے اُن کی وجہ سے شرمت اور رنج و غم نے اس کی
صحت بالکل خراب کردی۔ چونکہ وہ حسد جو تم کو اس سے ہوا۔ میری خطا کے
باعث تھا۔ اور محض اس وجہ سے وہ تمہارے جوش عتاب کا نشانہ بن کر
اس گھر سے رخصت ہونے پر مجبور ہوئی۔ اس لئے اس کی امداد میرا فرض تھا
آگے چلکر اس خط میں لکھا تھا۔ کہ یہ اصلی کیفیت ہے۔ اور مجھ کو یقین ہے کہ
سارے حالات جاننے کے بعد تم بھی درگذر سے کام لوگی۔ باوجود ہر قسم کے اتفاقات
کے جو پیش آچکے ہیں مجھے اب بھی تم سے محبت ہے۔ لیکن میری وجہ سے
نہیں تو ان بچوں کی خاطر جن کے ننھے دلوں پر ہمارے آپس کے جھگڑے
کا مضر اثر پیدا ہونا یقینی ہے تم کو چاہیئے۔ کہ واقعات گذشتہ کو بھلا کر
آئندہ صلح و آشتی سے کام لو۔ خط کے آخر میں تحریر تھا۔ کہ مجھ کو قوی امید
ہے۔ کہ میری عارضی غیر حاضری کے دنوں میں دوستوں کی کوششیں ہر قسم
کی غلط فہمیوں کو رفع کرکے ہمارے درمیان پھر ایک بار ویسے ہی اچھے
تعلقات پیدا کردیں گی جیسے پیشتر تھے۔

اس خط کو پڑھ کر میڈم دلیر پر بہت گہرا اثر ہوا ایک آہ سرد بھر کر میں نے صاحب مجسٹریٹ کو خط

واپس دے دیا۔ اور کہا " جی بے شک کل جسوقت سرکار نے مجھ سے گفتگو کی تو ان کے لب و لہجہ سے ویسی ہی نیک نیتی اور صداقت ظاہر ہوتی تھی جیسی اس خط میں ظاہر کی گئی ہے "

اب صاحب مجسٹریٹ نے ایڈولف کے حاضر کئے جانے کا حکم دیا تھا۔ چند لمحوں کے عرصہ میں دو سپاہی اس کو حراست میں لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اُس کا چہرہ سُتا ہوا۔ اور زرد تھا۔ اور اسپر افسردگی کے آثار نمایاں تھے۔ ہر چند اُسے گرفتار ہوئے بمشکل دو گھنٹے گذرے تھے تاہم اسکی شکل و صورت سے پایا جاتا تھا۔ کہ اس نے ہفتوں رنج و غم یا بیماری کی تکلیف سہی ہے۔

" تم اپنے بارہ میں جو بیان دینا چاہو۔ میں اُسے سننے کے لئے تیار ہوں " صاحب مجسٹریٹ نے اس کو مخاطب کر کے کہا " تاہم یاد رکھو تم اس وقت ملزم ہو۔ اور جو بیان تم دو گے وہ ضرورت پیش آنے پر تمہارے برخلاف استعمال کیا جا سکے گا۔ اس پر بھی اگر تم اپنا بیان لکھوانا چاہتے ہو۔ تو بے شک لکھوا دو ورنہ جیسے مرضی ہو "

ایک نئی طرح کی تیزی اور ہوشیاری ایڈولف کے مضمحل قوا میں پیدا ہو گئی۔ جو اس کی سابقہ مایوسی اور افسردگی کے مقابلہ میں حیرت خیز تھی۔ بتیابانہ کہنے لگا۔ " اے صاحب میں بخوشی اپنے متعلق سارا حال عرض کرنے کے لئے تیار ہوں۔ فی الحقیقت میں اس وقت سے ہی جب مجھے گرفتار کر کے کوٹھری میں رکھا گیا تھا۔ بعض حالات بیان کرنے کو بے تاب تھا۔ مگر مجھے اس کا موقعہ نہیں ملا۔ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ مجھے میڈم لاڈیمیں کی خدمت گذاری کرتے مدت گذر گئی۔ اس دوران میں بیگم صاحب کی کنیزوں میں سے ایک کے ساتھ جھگڑا

نام فلورین ہے مجھ کو الفت ہو گئی - اور ہم نے بیگم صاحب سے
درخواست کی کہ وہ ہمیں شادی کی اجازت دیں لیکن ڈچس نے فرمایا
کہ تم اس وقت تک انتظار کرو - جب تک کہ ملازمت کرکے
گذارہ لائق روپیہ جمع کر لو - ہم نے سوچا کہ اس کے لئے
بہت عرصہ درکار ہوگا - اس لئے قریباً سات یا آٹھ ماہ
گذرے ہم نے خفیہ طور پر شادی کر لی حال میں کوئی
دو یوم کا عرصہ ہوا - کہ موسیو لاڈیوک نے دفعتاً مجھ کو ملازمت
سے موقوف کر دیا - اس کی اطلاع میں نے بیگم صاحبہ کو دی انہوں
نے ازراہ عنایت اس بات کا وعدہ کیا - کہ میں تمہارے گذارہ کی صورت پیدا
کر دوں گی - اور اس کی ان کے والد نے بھی تائید کی - لیکن ان کے وعدہ کے باوجود
مجھے اپنی بی بی کی جدائی شاق تھی - آخر کل رات میں اس سے ملنے خفیہ طور پر
یہاں آیا - چنانچہ وہ میں ہی تھا جسے جوزف ولمٹ نے غلام گردش کے اندھیرے
میں چھپتے ہوئے دیکھا لیکن اس کی وجہ یہ تھی - کہ اسے چونکہ مجھ سے عداوت
تھی - اس لئے میں ڈرتا تھا - کہ اگر اس نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا - تو اس کی
اطلاع ڈیوک کو دینے سے دریغ نہ کرے گا - رات بھر میں اپنی بی بی کے
پاس رہا - اور منہ اندھیرا ہی تھا - کہ دوسرے نوکروں کے بیدار ہونے سے
پہلے رخصت کی تیاری کرنے لگا - چونکہ دربان میرا دوست ہے اس لئے اس
نے سر شام میرے داخلے میں کوئی مزاحمت نہ کی تھی - بلکہ اس کا وعدہ تھا کہ
میں کل صبح چپ چاپ پھیر کوٹھی سے باہر جانے کا موقعہ دیدوں گا - مگر عین اسوقت جب
میں رخصت ہو رہا تھا - تو شاگرد پیشے میں ایک عجیب طرح کا ہنگامہ پیدا ہو گیا
اور یہ اڑتی سی خبر میرے کانوں میں بھی پہنچی - کہ بیگم صاحب کو کوئی سانحہ پیش آیا

چونکہ ان کے میری وفات پر بے شمار احسانات تھے۔ اس لئے ہر طرح کی عجلت کے باوجود میں یہ معلوم کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ کہ اس شور و غل کا کیا مطلب ہے اور نیم بے خبری کی حالت میں بیگم صاحب کے کمرہ کی طرف چلا گیا۔ جیسا کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ اس جوش کی وجہ سے جو کمروں میں پھیلا ہوا تھا کسی کو میری موجودگی کا خیال نہیں آیا۔ بعد ازاں میں نے چند اور شخصوں کے ساتھ زخم خوردہ ڈچس کو نازمین سے اٹھایا اور اس طرح میرے کپڑوں پر خون کے داغ لگ گئے میں نہیں جانتا میری ٹوپی کس طرح ان کے پلنگ کے نیچے جا پڑی میرا خیال ہے کہ جس وقت میں نے ان کو زخم خوردہ دیکھا۔ تو دہشت کے مارے میرے ہاتھوں میں رعشہ پڑ گیا۔ اور ٹوپی فرش زمین پر گر کر لڑھکتی ہوئی پلنگ کے نیچے جا رہی یا ممکن ہے کسی کے پاؤں کی ٹھوکر سے اس جگہ پہنچ گئی ہو۔ بس یہ میرا بیان ہے اور میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ بالکل صحیح ہے ؟

اڈولف کی داستان چونکہ ہر طرح مربوط تھی اور اس سے ان کو ان شبہات کے خلاف جو اس کے برخلاف پیدا ہو چکے تھے۔ بخوبی ازالہ ہوتا تھا اس لئے حاضرین نے اسے گہری دلچسپی کے ساتھ سنا اور اس سے ہم لوگوں میں کچھ ہمدردی بھی اس بدنصیب کے لئے پیدا ہو گئی لیکن صاحب مجسٹریٹ بدستور سنجیدگی کی مورت بنے خاموش بیٹھے رہے اور سپاہیوں میں سے بھی کسی نے جوش ظاہر کیا۔ اڈولف کی داستان سن کر مجھ کو حیرت تو ضرور ہوئی۔ تاہم اس میں مجھ کو تسلی نہ ہو سکی۔ کیونکہ سچ پوچھئے تو اڈولف کے سوا اس گھر میں اور کون تھا۔ جس پر بیگم کے قاتل ہونے کا شبہ کیا جا سکتا ؟ صاحب مجسٹریٹ نے اس کے بیان کو تفصیل کے ساتھ قلمبند کر لیا تھا اور میں اس سوچ میں بیٹھا تھا۔ کہ دیکھیں پولیس کی تفتیش کیا نیا رنگ لاتی ہے۔ کہ دفعتاً معاملات نے ایک بالکل ہی نئی صورت اختیار کرنی شروع کی سب سے پہلے ڈاکٹروں میں سے ایک نے اندر آ کر ایک چھوٹا سا پیکٹ جو عجلت سے

کاغذ کا ایک تہ کیا ہوا تختہ معلوم ہوتا تھا صاحب مجسٹریٹ کے پیش کیا اور کہا
"ملاحظہ فرمایئے اس میں وہ چند بال ہیں جو مقتولہ کے بند ہاتھوں میں نہایت مضبوطی سے پکڑے ہوئے
پائے گئے تھے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت قاتل و مقتول میں زد و خورد و جد و جہد ہو رہی
تھی۔ تو کسی طرح قاتل کے بال بیگم صاحب کی مٹھی میں آ گئے اور وہ اُن کے بند
ہاتھوں میں محفوظ رہے۔ میں نے انہیں دھو کر اور صاف کر کے لایا ہوں۔ اور اب آپ ان کا
معائنہ کر سکتے ہیں۔"

صاحب مجسٹریٹ نے تہ کیا ہوا کاغذ کھولا اس کے ساتھ ہی میری نگاہ ایڈولف کے
چہرہ کی طرف گئی میرا خیال تھا کہ اس نئے ثبوت کی موجودگی میں اس کی رنگت فوراً پھیکی
پڑ جائیگی۔ لیکن آپ میری حیرت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ اس
کی خود حفاظتی اور استقلال میں اور اضافہ ہو گیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنی بیگناہی
کے یقین کے ساتھ اس کی وہ سابقہ پریشانی اور افسردگی جو پیشتر اس کے چہرہ پر
موجود تھی۔ بڑی حد تک زائل ہو گئی۔ دو ہی صورتیں ممکن تھیں یا تو یہ شخص
بے انتہا درجہ دلیر تھا۔ یا حقیقتاً بے قصور۔ لیکن اس آخری صورت میں وہی سوال
پھر پیدا ہوتا تھا۔ کہ اگر ایڈولف بے قصور ہے۔ تو مجرم کون ہو گا؟

صاحب مجسٹریٹ نے پیکٹ کھولکر وہ چند بال نکالے جو اس میں بند تھے اور انہیں
دوبارہ ڈاکٹر کے حوالہ کر کے اس سے کہا "آپ ان کا مقابلہ ایڈولف کے سر کے بالوں
سے کریں" چونکہ میں اور دوسرے لوگ اس مقام سے جہاں صاحب مجسٹریٹ بیٹھے تھے
کافی دور تھے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ ان بالوں کا صحیح رنگ کیا ہے
جن کی موجودگی سے قاتل کا سراغ ملنے کی نئی امید پیدا ہو گئی تھی۔ تاہم سب لوگ
اس نئے انکشاف کی بدولت آئندہ اتفاقات کی رفتار کا دلچسپی کے ساتھ انتظار کرنے لگے
ڈاکٹر نے ان بالوں کو ایڈولف کے سر کے پاس لے جا کر دیکھا پھر فوراً اپنا ہاتھ ہٹا لیا

اور کہا اُنہیں نے رسم پوری کرنیکے لئے الیسا کیا ہے۔ لیکن مجھے پہلے ہی یقین تھا۔ کہ وہ بال بُو میں نے آپکو پیش کئے ملزم کے سر کے نہیں ہیں!"

اس سے لیبری اور دوسرے نوکروں کی حیرت میں اضافہ ہوگیا اور مجھے اس خیال سے افسوس بھی ہوا کہ کیوں میں نے ایڈولف کے برخلاف کسی طرح کے شبہات کو دل میں جگہ دی۔ میری ذہنی کیفیت اس خیال سے زیادہ بڑھ گئی۔ کہ جو واقعہ اسکے اندھیرے میں دکھائی دینے کا میں نے بیان کیا تھا وہی سب سے زیادہ اسکے برخلاف شبہہ پیدا کرنیکا موجب ثابت ہوا تھا

اتنے میں ایک نیا واقعہ پیش آیا جس نے حاضرین کی حیرت کو دوبالا کر دیا۔ صاحب مجسٹریٹ نے ایڈولف کو دو سپاہیوں کی نگرانی میں بیٹھ جانیکا حکم دیا ہی تھا۔ کہ اتنے میں ایک اور سپاہی کمرہ میں داخل ہوا اور اس نے چند ایک چیزیں صاحب مجسٹریٹ کو پیش کیں۔ انمیں ایک پستول تھا۔ اور ایک اس پیش قبض کا دستہ جس کا پھل مقتول ڈچس کی چھاتی میں لگا ہوا چھوڑا گیا تھا۔ یہ چیزیں پیش کرتے ہوئے سپاہی نے صاحب مجسٹریٹ سے کہا "ان دونوں پر خون کے داغ موجود تھے۔ میں ایک کو تو صاف کر دیا ہے۔ مگر اس کو نہیں کیا" اور یہ کہتے ہوئے اس نے پیش قبض کے دستہ کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا تم میں سے کوئی آدمی اس پستول کو شناخت کر سکتا ہے؟" صاحب مجسٹریٹ نے مجھے اور دوسرے نوکروں کو اشارہ سے اپنے پاس بلاتے ہوئے پوچھا۔

ہم نے پاس جاکر دیکھا۔ مگر آپ ہمارے اور ڈیوک کے بڑے نوکر کی حیرت اور پریشانی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب ہم نے اس پستول کو دیکھا۔ جس کے موٹے سرے سے بدنصیب ڈچس کی کھوپری توڑ دی گئی تھی۔

"کیا تم اسکو پہچانتے ہو؟" صاحب مجسٹریٹ نے باری باری ہم دونوں سے پوچھا۔

"جی ہاں" دوسرے نوکر نے جواب دیا "میرے آقا کا اپنا پستول ہے" ان الفاظ کو سن کر حاضرین

میں سنسنی کی تیز لہر پھیل گئی اور ہر شخص اس تازہ انکشاف سے حیران و ششدر نظر آنے لگا۔ کیونکہ اگر یہ بیان صحیح ہو تو اسکا مطلب یہ تھا کہ ڈیوک ڈی پالن نے اپنی بی بی کو قتل کیا ہے! میری اپنی حالت یہ تھی کہ ان الفاظ کو سنکر دماغ پر اور آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی ہوئی معلوم ہوئی۔ اور میں لڑکھڑاتا ہوا اپنی جائے نشست کیطرف گیا۔ خادم خاص کے بیان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ خود مجھ کو بھی معلوم تھا کہ وہ ڈیوک کا پستول ہے فی الحقیقت یہ انہی پستولوں میں سے ایک تھا جنہیں کچھ عرصہ پیشتر میں لوہار سے مرمت کرانے لے گیا تھا۔

"اور یہ پیش قبض کا خون آلود دستہ" صاحب مجسٹریٹ نے سپاہی کو مخاطب کر کے پوچھا "یہ کس جگہ پڑا ہوا ملا تھا؟"

"ڈیوک کے اپنے کمرہ میں ایک میز کے خانہ کے اندر" سپاہی نے جواب دیا۔

اس کے قریباً ایک لمحہ بعد جب کہ صاحب مجسٹریٹ ٹوٹے ہوئے پھل کو دستہ کے ساتھ جوڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ کیا ایک ہی چیز کے دو حصے ہیں۔ پھر ایک بار وہ سپاہی جسے اسوقت باہر بھیجا گیا تھا۔ جب میں نے آتشدان سے دھواں اٹھتا نظر آنے کا واقعہ بیان کیا تھا پھر آ گیا۔ سیاہ آبنوس کا ایک نہایت نفیس قلمدان جس پر خوشنما سیپ کی پچی کاری کی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے دیکھتے ہی خادمہ اپیلی نے دبی آواز سے میرے کان میں کہا "یہ تو بیگم صاحب کا قلمدان ہے!"

ایک نئی روشنی میرے دماغ میں پیدا ہو گئی آن واحد میں اس دھوئیں کا مطلب سمجھ میں آ گیا جو [illegible] سے نکلتا دکھائی دیا تھا

"حضور یہ قلمدان اسوقت آپکے معائنہ سے رہ گیا تھا۔ جب آپ نے کمرہ کے سامان کی فہرست تیار کی تھی" سپاہی نے بیان کیا "اس کی عام حالت ظاہر کرتی ہے۔ کہ اسکو زبردستی کھولکر جو جو سامان اسمیں بند تھا۔ اسے نکالا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس پیش قبض کے ٹوٹے ٹکڑے سے ہی کھولا گیا ہے جو دستہ میں لگا ہوا رہ گیا تھا" یہ کہتے ہوئے سپاہی نے مجسٹریٹ کی میز پر رکھے ہوئے آلہ کی طرف دیکھا۔

"تمہارا خیال صحیح ہے" صاحب مجسٹریٹ نے ٹوٹے ہوئے پھل کی نوک کو

بند قلمدان کے ڈھکنے کے اس مقام کے پاس لاکر دیکھنے کے بعد کہا جہاں اسے کھولا گیا تھا۔ اور اس کے بعد سپاہی کی طرف مڑتے ہوئے تقریر جاری رکھ کر کہا "تمہیں یاد ہے کہ پیشتر تم نے یہ اطلاع بھی دی تھی کہ ڈیوک کے کمرہ کے آتشدان میں کچھ جلے ہوئے کاغذات کی راکھ دیکھی گئی ہے"۔

"جی ہاں وہ راکھ اس قسم کی تھی جیسی تازہ جلے ہوئے کاغذات کی ہوتی ہے" سپاہی نے بیان کیا۔

"اور وہ دھواں جو تم نے دیکھا تھا" ہیلی نے جس کا چہرہ دہشت سے سپید تھا میری طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "میرا اپنا خیال ہے کہ ڈیوک کے برخلاف ایک بعد دیگرے ان شہادتوں کے جمع ہونے سے میرے چہرہ کی رنگت بھی پیلی پڑنے لگی تھی۔

یکایک صاحب مجسٹریٹ نے ایک خون آلودہ مہین رومال جو کاغذات کی ایک گٹھی کے نیچے دبا ہوا تھا نکالا۔ اور ڈیوک کے پرانے نوکر کو اشارہ سے پاس بلاکر اس سے پوچھا "کیا تم بتا سکتے ہو۔ یہ رومال کس کا ہے؟"

نوکر نے بغور اسے دیکھا رومال کے ایک کونے میں خاندان پالن کا نشان المدینہ بنا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ سرکار ہی کا رومال ہے۔ اور اس طرح اس شہادت کی زنجیر میں جو ڈیوک کے برخلاف تیار ہو رہی تھی ایک نئی کڑی پیدا ہو گئی۔ حالانکہ مابعد سے معلوم ہوا کہ یہ رومال صاحب مجسٹریٹ کو ابتدائی تفتیش ڈلچس کے کمرہ میں پڑا ہوا ملا تھا۔ لیکن انہوں نے اس کو اب تک پہ

چھپا رکھا تھا۔ تاکہ اسے ضرورت پیش آنے پر ہی نکالا جائے۔ لیکن اپنے
اس سوال کے واقعہ نے ثابت کر دیا۔ کہ صاحب مجسٹریٹ کے دلمیں
شروع سے ہی یہ خیال جاگزین ہو چکا تھا۔ کہ اصلی قاتل کون ہے۔ اور
اسی واسطے انہوں نے ڈیوک کو کمرے سے باہر بھیجدیا تھا۔ جیسا کہ ناظرین نے
اندازہ کیا ہوگا تفتیش ہر لحاظ سے مکمل اور مرتب تھی۔ یعنی صاحب مجسٹریٹ
نے شروع ہی میں اپنے طور پر سارے حالات کی جانچ کی اور ڈیوک ڈی پالیس کا
بیان جو کچھ وہ دینا چاہتا تھا لکھ لیا۔ یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ سمجھی
جا سکتی ہے۔ کہ ڈیوک کا بیان اپنے سفر اور اس خط کے متعلق ہی تھا۔ جو
اس نے بیگم کے نام چھوڑا تھا۔ اسی لئے سب سے پہلے مجھکو بغرض شہادت
طلب کیا گیا تھا۔ بعد ازاں واردات کے بارہ میں مزید حالات بیان کرکے صاحب
مجسٹریٹ نے ملزم ایڈولف کا بیان اس خیال سے قلمبند کیا۔ کہ اسے اپنی
صفائی کا موقع ملجائے اور رفتہ رفتہ ہر تازہ انکشاف بدنصیب ڈیوک
کو مجرم قرار دینے کا ذریعہ ثابت ہوا۔

میرے لئے یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ جو کاغذات جلے ہوئے پائے
گئے وہ غالباً اس واقعہ کے بارہ میں تھے جو دریائے رائن کے ساحل
پر ڈیوک کی فرضی جائداد سے متعلق تھا۔ اور جس کا حال میری ملازمت کے
آغاز میں ہی بعض عجیب اتفاقات سے میرے کانوں تک پہنچ چکا تھا
معاملات کے یہ نیا رنگ اختیار کرنے کے بعد صاحب مجسٹریٹ نے
ایڈولف کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ پھر میرے اور دوسرے نوکروں کیطرف
منہ کر کے سنجیدگی سے فرمایا۔ حالات پیش آمدہ میں میرے لئے یہ بیان کرنا ضرور
ہے کہ الزام کا سارا بوجھ تم لوگوں کے بدنصیب آقا پر پڑتا نظر آتا ہے

پس میں بادل ناخواستہ یہ حکم صادر کرنے پر مجبور ہوں کہ ڈیوک ڈی پالن کو جیلخانہ ٹسم برگ میں زیر حراست رکھا جائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں چاہتا ہوں۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اس اطلاع کو جسقدر نرمی کے ساتھ ممکن ہو۔ اُن کو پہنچا دے۔ میں نہیں جانتا یہ بات ان کو معلوم ہے۔ یا نہیں کہ بعض شبہات شروع سے ہی ان کے برخلاف پیدا ہو چکے ہیں۔ بہرصورت میں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے رکھا ہے۔ کہ وہ ڈیوک کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ چنانچہ وہ جس وقت اس کمرہ سے رخصت ہوئے تھے میرا ایک سپاہی ان کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔ ممکن ہے وہ اپنے گنہگار ضمیر کی وجہ سے خود ہی یہ سمجھتے ہوں کہ ان کے برخلاف شبہات پیدا ہو چکے ہیں مگر اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ ان کی حراست کی اطلاع نہایت نرم لفظوں میں ان کے کانوں تک پہنچائی جائے۔ تم میں کون ایسا آدمی ہے۔ جو اس نازک لیکن نہایت ضروری فرض کو اپنے ذمہ لے گا؟

سب کی آنکھیں میری طرف اٹھیں۔ اور صاحب مجسٹریٹ کے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ کہ یہ طریقہ ڈیوک کے حق میں رحم آمیز تھا۔ میں بھی اس فرض کی تعمیل سے انکار نہ کر سکا۔ اس کے باوجود جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ میں نے بڑے دکھی دل کے ساتھ اس کو ادا کرنا منظور کیا۔ کیونکہ حقیقت کا اتنا رنج میرے دل کو تھا۔ کہ جی چاہتا تھا وہیں بیٹھ کر رونے لگوں۔ تو بھی جس طرح ممکن تھا۔ میں نے ضبط سے کام لیا۔ اور اپنے چہرہ پر آثار سکون پیدا کر کے کمرہ سے باہر نکلا۔ ہال میں چند لوگ جمع تھے۔ اور ان میں دبی آواز میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ معلوم ہوا سپاہی کے منہ سے نکلے ہوئے کسی لفظ سے یا یہ دیکھ کر کہ پولیس کا ایک آدمی ڈیوک کے آس پاس

پھر رہا ہے۔ وہ پہلے ہی معلوم کر چکے تھے۔ کہ جرم کا شبہ ڈیوک کے خلاف پیدا ہو گیا
ہے۔ اور وہ اس وقت کلی طور پر زیر حراست ہے۔ مجھے آتا دیکھ کر اُن کے شبہات
کی مزید تصدیق ہو گئی۔ لیکن نہ کسی نے مجھ سے کسی طرح کا سوال پوچھا نہ اُنکے
چہروں سے بیجا استعجاب کا اظہار ہوا۔ ان کی شکلوں سے گہری افسردگی
مایوسی اور پریشانی ظاہر ہوتی تھی۔

میں نے عبدالرحمن سے دریافت کیا۔ کہ سرکار اس وقت کہاں ہیں تو معلوم
ہوا کہ کھانے کے کمرے کے بالمقابل دوسرے کمرے میں بیٹھے ہیں۔ میں اس
طرف روانہ ہوا مگر اندر جاتے ہی میں نے دیکھا۔ کہ ڈیوک بستر پر دراز سرنگوں
نیچے صوفے پر بیٹھے ہیں۔ اور جب اس کے بعد اطراف کا جائزہ لینے کی کوشش
کی تو یہ بھی معلوم ہوا کہ کھڑکی کے باہر صحن میں ایک وردی پوش سپاہی ظاہرا
لاپرواہی سے ٹہلتا پھر رہا ہے مگر میرے لئے جو اندرونی حالات سے واقف
تھا۔ یہ معلوم کرنا بہت دشوار نہ تھا کہ وہ ڈیوک کی نگرانی کر رہا ہے اس خیال کی تصدیق
یوں بھی ہو گئی کہ یہ وہی سپاہی نکلا جو ڈیوک کے صاحب مجسٹریٹ کے اجلاس
سے رخصت ہوتے وقت پیچھے پیچھے آیا تھا۔

مجھے آتا دیکھ کر ڈیوک نے آنکھیں اُٹھائیں اور اس وقت معلوم ہوا
کہ وحشت.... انتہائی وحشت اس کے چہرہ پر برستی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا
تھا۔ کہ کھلی آنکھوں کے باوجود وہ گردونواح کے حالات سے بالکل لاعلم ہے۔
یعنی اس کی قوت باصرہ حقیقتاً کام نہیں کرتی۔ جس کا ثبوت اس طرح بھی مل
گیا۔ کہ اس نے مجھے پہچانا تک نہیں۔

"ہیلو ڈیوک" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"
"آہ! تم کون ہو؟ کیا یہ خواب ہے یا عالم بیداری؟" یہ کہتے ہوئے ڈیوک

نے اپنے داہنے ہاتھ سے پیشانی کو تھام لیا۔ گویا اس طریقہ پر اپنے منتشر خیالات جمع کرنا چاہتا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ حتےٰ کہ بڑی دیر تک ایک لفظ بھی میرے مُنہ سے نہ نکل سکا۔ کوئی چیز مجھے اپنے گلے میں اٹکتی معلوم ہوئی۔ اف راحم خدا کیا یہ وہی عالیقدر رئیس تھا۔ جو محلوں میں رہتا عیش و عشرت کی زندگی گذارتا لاتعداد نوکروں پر حکومت کرتا اور بے شمار دولت کا مالک تھا۔ مختصر لفظوں میں کیا یہ وہی ڈیوک ڈی پالن تھا۔ جو ایک دن پہلے تک دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان تھا۔ اور جو اگر چاہتا تو اپنے سالی کے صحیح استعمال سے ہر قسم کی دنیاوی راحت حاصل کر سکتا تھا۔ حالانکہ آج اس کی حالت کسی گئے گزرے راندہ درگاہ شخص سے بہتر نہ تھی۔ کس طرح آن واحد میں اس نے اپنی راحتوں کا خاتمہ کر لیا! کس طرح ایک رات کے واقعات نے اس کی زندگی میں انقلاب عظیم پیدا کیا! اس کا یہ پوچھنا۔ کیا یہ عالم خواب ہے۔ اور اپنی پیشانی کو تھامنا۔ اس کی انتہائی پریشانی کا ثبوت تھا۔ اور اتنا گہرا اثر اس کی زار حالت دیکھ کر میرے دل پر ہوا۔ کہ میرا اپنا ہاتھ بے اختیار اپنی پیشانی کی طرف اٹھا اور میں اپنے دل سے یہ سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کیا سچ مچ یہ عالم حقیقت ہے یا میری آنکھیں دھوکا دے رہی ہیں؟

"مونسیر لا ڈیوک" آخر کار میں نے کہا "کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں آپکا خادم جوزف ولمٹ ہوں"

ان الفاظ نے گویا اس سحری طلسم کو جو اب تک ڈیوک پر مسلط تھا۔ باطل کر دیا۔ اس کے منتشر خیالات پھر اپنے صحیح مرکز پر آنے شروع ہوئے مضطرب نگاہیں از سر نو درست ہوئیں۔ پھر ایک بار اس نے میری طرف دیکھا۔ اور گو

اس کی آنکھوں کی دہشت اب پہلے کی نسبت گھٹی ہوئی تھی تاہم یاس کا ایک عالم اس کی نگاہوں میں پوشیدہ تھا۔

"آہ بے شک تم جوزف ولمرٹ ہو" اس نے بے تابانہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔"اور تم کوئی خوفناک خبر لے کر آئے ہو۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا آخر وہ لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا سچ مچ ان کو یہ شبہ ہے... لیکن نہیں یہ غیر ممکن ہے..."

"موسیو لاڈیوک" میں نے افسوسناک لہجہ میں کہنا شروع کیا "خدا کیلئے ایک خوفناک اطلاع سننے کے لئے تیار ہو جایئے..."

"اُف تو کیا واقعی ایسا ہے؟" اس نے بے چین ہو کر کہا اور اس کے چہرہ کی زردی اور بھی نمایاں ہو گئی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ لڑکھڑاتا ہوا کمرے کے دوسرے حصہ کی طرف گیا۔

آنسوؤں کے قطرے میری آنکھوں میں اُمڈ آئے مجھے اپنے سامنے دھند سی چھائی معلوم ہوئی۔ میں جب آنسوؤں کو ضبط کر کے اچھی طرح دیکھنے کے قابل ہوا۔ تو دیکھا۔ کہ ڈیوک کسی چیز کو اپنے ہونٹوں سے لگائے کھڑا ہے۔ زہر نوشی کا ہیبتناک خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ میں دوڑ کر آگے گیا۔ اور ڈیوک کا بازو تھام کر بے تابانہ کہنے لگا۔"آہ سرکار، یہ آپ کیا کر رہے تھے ہیں؟!"

خالی شیشی ڈیوک کے ہاتھ سے چھٹ کر گر گئی اس نے فاتحانہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اور اس کے بعد قریبی صوفے پر یا تو بے سدھ ہو کر گر گیا یا قصداً بیٹھ گیا۔ میں نے اس سپاہی کو اشارہ کیا جو کھڑکی کے باہر کھڑا تھا۔ اور خود ڈیوڑھی کی طرف دوڑا جہاں کئی اور نوکر کھڑے تھے۔ ساتھ ہی زور زور سے چلانا شروع کیا "سرکار نے زہر کھا لیا!"

باب ۸۵

کچھ کر دکھایافت

جتنے ڈاکٹر موجود تھے سب دوڑے دوڑے آئے۔ خالی شیشی اُن کو دکھائی گئی اور اس ایک آدھ بوند سے جو شیشی میں لگی ہوئی رہ گئی تھی۔ اُنھوں نے فوراً معلوم کر لیا کہ اس میں سم الفار اور ست افیون کا مرکب تھا۔ مقی ادویات اسی وقت ڈیک کے حلق میں ڈال دی گئیں جن کا اثر فوری ثابت ہوا جتے آکہ آخر کار چند نوکر اُسے ضعف جانی کی حالت میں اُٹھا کر دوسرے کمرہ میں لے گئے: مگر اس کے بعد جو ہنگامہ گھر بھر میں پیدا ہوا۔ اس کا حال تحریر سے زیادہ تخیل سے جانا جا سکتا ہے جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی کہ ڈیوک نے خودکشی کی کوشش کی۔ لیکن ڈاکٹروں کے بیان سے معلوم ہوا کہ مقی ادویات کے ذریعہ سے زہر کا اثر چونکہ باطل کر دیا جا چکا ہے۔ اس لئے انجام مہلک نہ ہوگا۔ تاہم انھوں نے صلاح دی کہ ڈیوک کو اس کی موجودہ حالت میں وہیں ٹھیرنے کی اجازت دیجائے اور اسے جیل میں لے جانے کا عمل رات تک ملتوی رکھا جائے نہ صرف اس لئے کہ وہ اسوقت ضعیف و نیم جان تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس اثنا میں بے شمار خلقت ڈچس کے قتل کی خبر پاکر پھاٹک کے باہر جمع ہو گئی تھی۔ اور دربان بڑی مشکل سے اس ہجوم کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسوقت تو کا عمل ہو گیا تھا۔ اور پھاٹک کے باہر خلقت کا تانتا سا لگا ہوا دکھائی دیتا تھا ہر شخص کے منہ میں یہ بات تھی کہ ڈچس کو بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اس کے بدن پر لاتعداد زخم آئے اور اس کی کھوپری کسی کند آلہ کی مدد سے توڑ دی گئی ہر شخص قاتل کو گالیاں دیتا اور بُرے سے بُرے لفظوں میں یاد کرتا تھا۔ لیکن جب اس کے بعد معلوم ہوا کہ قاتل دراصل ڈچس کا شوہر تھا۔ تو اتنا جوش لوگوں میں پھیلا۔ اور حاضرین

کے غصہ نے ایسی انتہائی صورت اختیار کی کہ اگر حقیقتاً ڈیوک کو اس وقت جیلخانہ
لیے جانے کی غلطی کا ارتکاب ہوتا۔ تو خلقت اس کی بوٹیاں نوچ لینے سے دریغ
نہ کرتی۔

ڈیوک کے کمرہ سے رخصت ہو کر میں اپنے خیالات پریشان کو رفع کرنے
اپنے کمرہ میں گیا۔ مگر جتنا زیادہ میں واقعات پیش آمدہ پر غور کرتا اتنا ہی میری
حیرت اور پریشانی میں اور اضافہ ہوتا تھا۔ اب اس بارہ میں کوئی شک و شبہ
باقی نہ رہا تھا۔ کہ ڈیوک نے اس جرم کی تجویز کئی گھنٹے پیشتر سوچی اور سب کام
ایسے طریقہ پر کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ اس کے برخلاف کسی طرح کا شبہ
پیدا نہ ہو سکے سفر کا بہانہ محض لمبا خط جو اس نے اپنی بی بی کے نام لکھا تھا۔ وہ
اس کی میٹھی میٹھی باتیں جو بوقت شب اس نے مجھ سے کی تھیں نیز وہ احکام جو
اس نے اپنے خادم خاص کی وساطت سے سفر کی تیاری کے متعلق جاری کئے تھے
ساری باتیں اسی خوفناک گہری تجویز کا حصہ تھیں جو اس نے ارتکاب جرم کے
متعلق سوچی تھی۔ غالباً اس کا خیال تھا۔ کہ ڈچس کو بآسانی ہلاک کر کے اس کی
خوابگاہ میں اس قسم کی صورت حالات پیدا کر دی جاسکے گی کہ دیکھنے والے
سمجھیں کوئی چور چوری کرنے آیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں ڈچس کو جان سے مارا گیا
کیونکہ میاں بی بی کا جھگڑا لاکھ ناخوشگوار ہو شاذ حالتوں میں ایسے بے دردانہ کشت
و خون کی صورت اختیار کرتا ہے لیکن جس سختی سے بدنصیب ڈچس نے ڈیوک کے
قاتلانہ حملہ کی مزاحمت کی اس سے بدنصیب امیر کی ساری امیدیں ضائع ہو
گئیں اور حالات نے ایک بالکل ہی نئی صورت پیدا کر دی جس سے حقیقت معلوم
کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ ارتکاب جرم کے بعد ایک عجیب طرح کی وحشت اُس پر سوار
ہو گئی۔ اور اسی عالم اضطراب میں نہ اس کو پستول اُٹھانا یاد رہا نہ خنجر کا ٹوٹا ہوا

پھل ڈچس کی چھاتی سے نکالنا۔ عالم بیخبری میں وہ اس ٹوٹے ہوئے خنجر کے دستہ کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور اسی کی مدد سے ڈچس کا قلمدان کھول کر وہ کاغذات نکالے جنہیں حاصل کرنے کی غرض سے وہ اس جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس رومال کو بھی اپنے ساتھ لے جانا بھول گیا۔ جو گھبراہٹ میں ڈچس کے کمرہ میں رہ گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیگم کو قتل کرنے کے بعد ڈیوک کی سب سے بڑی آرزو کسی طرح اس مسودہ پر قبضہ کرنے کی تھی جسے وہ اپنی بدنامی کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھا۔ چنانچہ اسی خیال کے اثر میں وہ دوڑا دوڑا اپنے کمرہ میں گیا۔ اور جس قدر جلد ممکن تھا۔ کاغذات جلانے کی کوشش کی۔

اور اب جو میں نے سوچا تو یہ بھی یاد آیا۔ کہ پہلی رات کو جس وقت میں اس کے کمرہ میں داخل ہوا۔ تو ڈیوک دو شیشیوں کے عرق کو آمیز کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور مجھے آتا دیکھ کر اس نے بڑی عجلت سے ان شیشیوں کو چھپانے کی کوشش کی تھی۔ آہ بدنصیب آدمی! معلوم ہوتا ہے۔ وہ بعد کے امکانات کے لئے پہلے سے ہر قسم کی تیاریاں مکمل کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی۔ اگر ذرا سا بھی شبہ میرے برخلاف پیدا ہوا تو میں فوراً اس ذریعہ سے خود کشی کر لوں گا۔ ان سب تیاریوں کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس نے کس قلق و اضطراب میں رات بسر کی ہو گی کس طرح اس کے ارادے کبھی کمزور اور کبھی مضبوط ہوتے ہوں گے اور کس طرح اس نے شیطانی خیالات کو اپنے نیک ارادوں پر غالب آنے کا موقعہ دیا ہو گا۔ صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس نے بڑی کشمکش و پیچ کے بعد اس جرم کا ارتکاب کیا۔ ورنہ کیا وجہ تھی۔ کہ وہ ساری رات گذار کر صبح کے پانچ بجے کے بعد تک اس جرم کو ملتوی کرتا حالانکہ آدھی رات کا وقت اس قسم کے فعل شنیع کے لئے ہر لحاظ سے بہتر تھا۔

اسجگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ ان حالات کے علاوہ جو اوپر درج کیئے جا چکے ہیں کئی اور شہادتیں ڈیوک کے جرم کی تصدیق کرنے والی اب پیدا ہو گئی تھیں۔ جیسا کہ پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ خودکشی کی ناکام کوشش کے وقت تک ڈیوک نے لمبی ڈریسنگ گون پہن رکھی تھی۔ جب اس ڈریسنگ گون کو اتار کر دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے نیچے اس کی قمیض خون آلودہ اور کئی مقامات پر پھٹی ہوئی تھی۔ علاوہ بریں وہ چند بال جو بدنصیب خاتون کی مٹھی میں پائے گئے۔ ڈیوک کے سر کے بالوں سے مشابہ تھے اس کے کمرہ میں جابجا خون کے داغ تھے اور خون آلودہ تولیہ اس کی خوابگاہ میں پانی کی ناند کے پاس قالین کے نیچے دبا ہوا پایا گیا تھا۔

خلقت کا ہجوم دن بھر کوٹھی کے پھاٹک پر اور اس کے اطراف میں جمع ہوتا رہا۔ اسقدر لوگوں کی موجودگی میں ڈیوک کو ایک ملزم کی حیثیت میں کوٹھی سے باہر لے جانا چونکہ خطرناک تھا۔ اس لیئے پولیس نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک کرایہ کی گاڑی مکان کے پچھواڑے شام الاہی کے باغ کی سمت میں لاکر کھڑی کر دی۔ اور وہیں سے ڈیوک کو سوار کر کے عام خلقت کی بیخبری میں جیلخانہ لکسمبرگ کو بھیجدیا گیا۔ سپاہیوں کی ایک جماعت اس خیال سے گاڑی کے پاس متعین کر دیگئی تھی۔ کہ مبادا کچھ لوگ اس بات کی اطلاع پاکر کہ ڈیوک کو مکان کے پچھلی طرف سے رخصت کیا جا رہا ہے۔ ادھر کا رُخ کریں۔ لیکن کسی وجہ سے خلقت کو اس کا خیال ہی نہیں آیا اور سب لوگ صدر دروازہ کے باہر جمع ہو کر۔ ہیں سے شور و غل مچانے میں مشغول رہے اُنکی لاعلمی میں نو اور دس بجے کے درمیان گاڑی اس بدنصیب قاتل کو جو کبھی اپنی عالیشان خوشنما گاڑیوں میں سوار ہوتا تھا جسے اس کی دولت اور

ثروت ممالکِ فرانس کے رؤسا میں ایک اعلیٰ درجہ رکھتی تھی۔ نیم بیہوشی کی حالت میں اس مکان سے جو اس کے اسلاف کی یادگار تھا ہمیشہ کے لیئے رخصت کر دیا گیا۔

ڈیوک ڈی پالن کے حوالات بھیجے جانے کے تھوڑی دیر بعد صاحب مجسٹریٹ نے ایک وارنٹ میڈموازل لگنی کی گرفتاری کا بھی جاری کیا چونکہ ہر شخص کو معلوم تھا۔ کہ ڈیوک اور میڈموازل میں خفیہ تعلقات ہیں اس لیئے صاحب مجسٹریٹ کو خیال آیا۔ کہ ممکن ہے۔ وہ اس سازش قتل میں بھی شریک ہو چنانچہ اس کو اس کے مکان سے گرفتار کر کے لے گئے لیکن گو اس نے سخت غصہ اور جوش کے ساتھ سازش قتل کے الزام سے انکار کیا۔ تاہم صاحب مجسٹریٹ کے حکم سے اس کو صدر جیلخانہ میں پہنچا دیا گیا اس دن سہ پہر کو ایک قاصد جرمن یونیورسٹی میں مارکوئیس ڈی پالن کو اس سانحہ جانگداز سے خبردار کرنے کے لیئے روانہ ہوا۔ لیکن میرے بدن میں یہ سوچکر بے اختیار دہشت کی تھرتھری پیدا ہو گئی۔ کہ جب یہ خونی اطلاع بدنصیب تھیوبالڈ کو پہنچے گی۔ تو اس کا کیا حال ہوگا۔ دن ڈھلے کے قریب ڈیوک کا خسر بڈھا مارشل بھی آپہنچا۔ ہر چند اس شخص نے اپنے عہد میں بڑی بڑی خونریز جنگیں دیکھی تھیں تاہم اتنا رنج و غم اُسے اپنی بیٹی کی موت سے ہوا کہ اس کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی وہ ڈیوک کے ننھے یتیم بچوں کو مع ان کی استانی سمیت اپنے مکان پر لے گیا۔ اور جو دو لڑکیاں مدرسہ میں پڑھتی اور وہیں رہا کرتی تھیں ان کو اس سانحہ کی اطلاع دینے کا فرض بھی اس نے اپنے ہی ذمہ لیا یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس روح فرسا واقعہ نے صدر مقام پیرس میں بھاری سنسنی پیدا کر دی اور گو سرکاری طور

پر اس کی تفصیلات دبانے کی انتہائی کوشش کی گئی۔ تاہم اخباروں نے جہاں تک ان سے بن پڑا اس جرم کی اشاعت میں خوب حصہ لیا۔ دراصل گورنمنٹ کو اندیشہ تھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ طبقہ متوسط اور ادنےٰ طبقہ کے لوگ جو پہلے ہی امرا کے برخلاف تھے۔ اس واقعہ کی خبر سنکر زیادہ بھڑک جائیں اور چونکہ حال میں ایک دو واقعات اور بھی ایسے پیش آچکے تھے۔ جن سے گورنمنٹ کے برخلاف رعایا کے دلوں میں سخت بدظنی پیدا ہو گئی تھی۔ مثلاً ایک وزیر پر رشوت ستانی کا مقدمہ چلایا تھا۔ اور سازش سے اس مقدمہ کا نتیجہ بھی جس میں خونیں بھی گرفتار ہوا تھا۔ گورنمنٹ کے حق میں اچھا نہ نکلا تھا۔ اس لئے شاہ لوئیس فلپ کو ڈر تھا۔ کہ اس واقعہ کی اطلاع ملک کے اطراف میں غصہ اور جوش کی سلگی ہوئی آگ کو بھڑکانے کا ذریعہ ثابت نہ ہو جائے چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ ان خفیہ احکام کے بموجب جو صاحب وزیر داخلہ نے جاری کئے تھے۔ بہت کم تفصیلات اس واردات کی لوگوں کے کانوں تک پہنچیں۔ اور وہ بھی ایسی جنہیں کسی حال میں دبانا غیر ممکن تھا بہرحال اتنا میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ کوئی مفصل بیان اس بارہ میں اخبارات میں شائع نہیں ہوا۔ اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا۔ تو ایڈولف ایپلی او ڈیوک کے بڑے نوکر کے سوا ملازموں میں سے کسی کا نام بھی شائع نہیں ہوا۔ کم از کم میرا ذکر کسی اخبار نے نہیں کیا۔ اور گو میں ہفتوں فرانسیسی اور انگریزی اخباروں کا مطالعہ کرتا رہا۔ تاہم خوشی کی بات ہے۔ کہ ان سب نے میرا ذکر قلم انداز کر دیا۔

ڈیوک کے داروغہ نے حکم صادر کیا تھا۔ کہ سارے نوکر جہاں تک ممکن ہو۔ گھر کے اندر رہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ جنازہ اٹھنے کے وقت

تک ان کا ہاہر پھرتے نظر آنا غیر مناسب تھا۔ بلکہ اس لئے بھی کہ ڈر تھا لوگ
اُن سے مل کر اس سانحہ کی تفصیلات جاننے کی کوشش کریں گے مارشل
کی خواہش تھی کہ دفن کی آخری رسومات جسقدر اختصار و عجلت کے ساتھ
ممکن ہو پوری کی جائیں۔ کیونکہ ان سے غم کی یاد تازہ ہونے کے سوا۔ اور کوئی
فائدہ نہ تھا۔ چنانچہ واردات کے چوتھے روز صبح کے آٹھ بجے غریب
ڈچس ڈی پالن کی لاش سپرد خاک کی گئی رسم جنازہ میڈلین کے گرجا میں
ادا ہوئی۔ اور اس گرجا کے سنگ مرمر فرش کے عین نیچے پالن خاندان
کا جو پرانا قبرستان تھا۔ اس کے تہ خانہ میں حسین لیکن غم نصیب ڈچس کی
کچلی ہوئی لاش دفن ہوئی۔

لیکن سوال پوچھا جائے گا۔ کہ اس اثنا میں ڈیوک ڈی پالن پر کیا
بیتی؟ جیلخانہ لکسمبرگ میں لے جائے جانے کے بعد اس کی حالت بالکل مجنونوں
کی سی ہو گئی تھی۔ جو کوئی اس کے پاس جاتا۔ وہ اس کے منہ کو بے مدعا تکنے لگتا
اگر کوئی بات اس سے پوچھتے تو بے جوڑ جواب دیتا۔ حتےٰ کہ میرا اپنا
خیال یہ ہے۔ کہ وقت آخر تک جس کا ذکر عنقریب کیا جائیگا۔ وہ نیم بیہوشی
اور نیم بے خبری کی حالت میں ہی رہا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس بھیانک
جرم نے جس کا ارتکاب اس سے ہؤا اپنے بوجھ سے اس کی روح کو بالکل
کچل ڈالا ہے۔ اور اس کے سب قوا بالکل معطل کر دئے ہیں حیران و سراسیمہ
وہ چپ چاپ بیٹھا رہتا۔ اور بظاہر کسی سوال پر غور کرنے کے ناقابل تھا۔

لیکن ذکر اس کی آخری ساعت کا تھا جس روز بد نصیب ڈچس کا جنازہ
اُٹھا ہے۔ اس کی سہ پہر کو چار بجے کا عمل تھا۔ کہ ڈچس کا بڈھا باپ۔ مارشل
محل میں وارد ہؤا۔ اور مجھے اپنے روبرو طلب کر کے سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"جوزف میں اس وقت لکسمبرگ کے جیلخانہ سے واپس آیا ہوں۔ وہاں میں نے اس بدنصیب کو دیکھا تھا جس کی وجہ سے اس گھر کی راحت ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہوئی ہے۔ اسوقت تک وہ نیم بے خبری کی حالت میں تھا لیکن اب رفتہ رفتہ ہوش میں آنے لگا ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کی زندگی کے بہت کم گھنٹے باقی ہیں اور یہ صرف میرا اپنا خیال ہے۔ بلکہ اس کے دل میں بھی پوری طرح جاگزین ہو چکا ہے وہ جو کہا کرتے ہیں کہ مرنے والے کو اپنی موت کا خبر پہلے سے ہو جاتی ہے۔ وہی حالت اس کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ محض اس وجہ سے ہی اس کے معطل قوا از سر نو بیدار ہونے لگے ہیں۔ میں نے اس کو مخاطب کرکے گفتگو کی بہت کوشش کی مگر اس نے میری باتوں پر بالکل توجہ نہیں دی وہ تم کو یاد کرتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے پاس جاؤ لیکن اس معاملہ میں بڑی ضرورت رازداری کی ہے ایسی کوئی حرکت نہ ہونی چاہیئے جس سے عوام کے ادنیٰ استعجاب میں ترقی ہو۔ یا اس جوش میں جو واردات کی وجہ سے پھیلا تھا اضافہ ممکن ہو سکے اس لئے تم نے اس بارہ میں دوسرے نوکروں سے بالکل ذکر نہ کرنا۔ اور سیدھے لکسمبرگ جاکر اپنے بدنصیب آقا سے ملنا میں نے پہلے ہی اس بات کا انتظام کر دیا ہے۔ کہ وہاں تمہارے داخلہ میں کسی دقت کا سامنا نہ ہو۔"

حالانکہ یہ ایک بڑا ہی ناخوشگوار فرض تھا۔ جو میرے سپرد کیا گیا تاہم میں کلمہ انکار منہ سے نہ کہہ سکا۔ بڈھے مارشل کی صورت اسوقت رحم انگیز تھی۔ بیٹی کی پیش از وقت موت نے اس کے تیر کے ایسے سیدھے بدن کو کمان کی طرح خم کر دیا تھا۔ اس کا لہجہ اتنا اداس اور غمناک تھا۔

کہ اس کی باتیں سُنی نہ جا سکتی تھیں اپنی مرحوم بیٹی کو یاد کرکے جس سے اس کو بہت گہری محبت تھی اور جسکو اسی دن سپرد خاک کیا گیا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانسیں لیتا اور تھوڑی دیر کے بعد بے اختیار رونے لگتا تھا۔ ہاں یہ امر واقعہ ہے۔ کہ وہ فولادی دل جو توپوں کی باڑھ سے کبھی نہ دہلا تھا۔ اور میدان جنگ کے زخمیوں کی آہ و زاری جسے کبھی متاثر نہ کر سکی تھی۔ وہ بھی اس وقت اتنا رقیق ہو گیا تھا۔ کہ بڈھا مارشل بچوں کی طرح آنسو ضبط نہ کر سکتا تھا۔ میں نے اس کا کہا مان کر فوراً ہی لکسمبرگ جانے کی تیاری شروع کر دی اور دوسرے نوکروں نے یہ سمجھ کر کہ میں کسی خاص کام پر جا رہا ہوں کسی طرح کے سوالات بھی مجھ سے نہیں پوچھے۔

محل سے باہر نکل کر میں نے گاڑی کرایہ کی اور لکسمبرگ روانہ ہوا۔ یہ وہی مقام تھا۔ جہاں چند ہفتے پیشتر میں عدالت امرا کے روبرو مقدمہ سازش میں گواہی دینے کے لئے حاضر ہوا تھا اس وقت بعض شخصوں کی زندگی کا سوال تھا۔ اور اب ایک بدنصیب کی موت کا۔ آہ تھوڑے عرصہ نے حالات میں کتنا عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ کئی طرح کے بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے جیسا کہ مارشل نے بیان کیا تھا مجھے اس کمرہ میں پہنچنے کے لئے جہاں بدنصیب ڈیوک زیر حراست تھا کسی طرح کی دقت کا سامنا نہیں ہوا۔ اور مجھے اس سے تنہائی میں ملنے کی اجازت دے دی گئی۔ مگر جو نظارہ اس کے بعد پیش آیا۔ وہ ایسا غم انگیز تھا۔ کہ میں اسے مدت العمر نہ بھولوں گا۔

میں جب اندر گیا تو ڈیوک ڈی پالن دونوں بازو چھاتی پہ لپٹیے۔ گردن جھکائے بستر پر بیٹھا تھا۔ میں نہیں جانتا اس نے دروازہ کھلنے اور بند

ہونے کی آواز سنی تھی یا نہیں اور یہ بھی مجھ کو معلوم نہیں کہ پہرہ دار کی یہ اطلاع
کہ ایک شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس کے کانوں تک پہنچی تھی یا نہیں
پہنچی۔ ممکن ہے اس نے یہ تمام آوازیں سنی ہوں اور محض اس لئے آنکھیں
اُٹھا کر نہ دیکھا ہو کہ وہ مجھ سے آنکھ ملاتا ہوا ہچکچاتا تھا۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہو۔
یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس نے میری آمد کو کوئی اس طرح کی حرکت نہیں کی جو اس
بات کی مظہر ہوتی۔ کہ اس کو میری آمد کا انتظار ہے۔ اسوقت اس کے صحیح خیالا
کیا تھے اس کا حال یا تو وہ خود بہتر جانتا تھا۔ یا خدائے علیم۔ اس کی موجودہ زار
حالت دیکھ کر میں اس بدنصیب کے لئے نفرت کے ساتھ ملا ہوا رحم محسوس
کئے بغیر نہ رہ سکا یعنی رحم اس کی حالت زار پر اور نفرت اس فعل شنیع پر
جس نے ایک خوشحال خاندان کی راحت اور امن کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دیا
تھا یعینہ۔ اس طرح کا احساس مجھ کو ہوا گویا میں کسی خوفناک سانپ کے
روبرو کھڑا تھا۔ جو میری نظروں کے سامنے جانکنی کی حالت میں تڑپ رہا
ہو۔ جس طرح اس کی حالت دیکھ کر آدمی کو اس کی تکلیف پر رحم آتا ہے۔
اور اس کی پیدا کردہ تباہی پر نفرت محسوس ہوتی ہے۔ ٹھیک یہی کیفیت
ڈیوک کی موجودگی میں میری تھی۔

دو یا تین منٹ کا عرصہ گذر گیا اس کے بعد ڈیوک ڈی پالن نے آہستہ
سے گردن اٹھائی اور اسوقت میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ کتنا بھیانک اور
کتنا ہیبتناک تھا۔ گال اندر کو پچکے ہوئے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے
اور جلد بدن اس جھلی کی مانند تھی۔ جیسے مردہ کے ڈھانچ پر منڈھ دیا گیا
ہو۔ اس عرصہ قلیل میں اسکے بال پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ سپید ہو گئے
تھے۔ یعنی جس طرح پیشتر کبھی کالے بالوں میں ایک آدھ سپید نظر آتا تھا۔

اسی طرح اب سیاہ بالوں کی تعداد گنتی کی باقی رہ گئی تھی۔ آنکھوں کی چمک بھی زائل ہو گئی بعینہ یہ حالت اس کی تھی گویا مردنی کا سایہ ابھی سے ان پہ چھانے لگا ہو۔ پھر اس کے ہاتھ کتنے لاغر اور استخوانی تھے۔ ناخنوں کی رنگت اس طرح نیلگوں تھی۔ گویا اس زہر کی کچھ مقدار جو کئی دن پیشتر اس نے کھایا تھا اب تک اس کے خون میں باقی تھی۔ بہ حیثیت مجموعی وہ اپنے سابقہ وجود کا محض سایا نظر آتا تھا۔ لاغر تو وہ اس سے پہلے ہی تھا۔ لیکن اب اس کی صورت ہڈیوں کے اس ڈھانچ سے ملتی جلتی تھی جسے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنا دیئے گئے ہوں اس کی حالت زار دیکھ کر میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا اور میں بے بسی کے عالم میں ایک کرسی پر بیٹھ کر بمشکل ان سسکیوں کو ضبط کر سکا جو بے اختیاری میں منہ سے نکلنے لگی تھیں۔

"جیزرف تم نے بڑی عنایت کی کہ اسجگہ آئے" مصیبت زدہ امیر نے دبی ہوئی شکستہ آواز میں کہا۔ "یوں تو از روئے انصاف بھی میری زندگی کے دن محدود ہیں لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ قدرت کے اٹل انصاف نے اس زندگی کے عرصہ کو اب لمحوں تک محدود کر دیا ہے۔ میں اس دنیا میں اب کسی ساعت کا مہمان ہوں تھوڑی دیر گذری وہ یہاں آئی تھی اور اپنا بازو اٹھا کر سرد پوپلی آواز میں جو موت کی آواز سے ملتی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ اب تم یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

میں نے بدنصیب امیر کے چہرہ کو افسوسناک نظروں سے دیکھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے ذہنی قوا رفتہ رفتہ معطل ہوتے جا رہے ہیں۔ صریحاً اس کے دماغ میں فتور آنے لگا تھا۔ ورنہ اس گفتگو کے اور کیا معنی ہو سکتے تھے معلوم ہوتا ہے کسی طریقہ پر اس کو بھی میرے خیالات کا

علم ہو گیا۔ کیونکہ اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا۔

"شاید تم خیال کرتے ہو کہ یہ سب میرا وہم ہے تمہارے نزدیک میری دماغی قوت میں فرق آنے لگا ہے۔ لیکن ایسا نہیں میرے ذہنی قوا کبھی اتنے بیدار نہ تھے جتنے اب ہیں۔ جو شخص موت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہا ہو۔ اس کی بصارت اتنی تیز ہو جاتی ہے۔ کہ وہ ان چیزوں کو بخوبی دیکھ سکتا ہے جو معمولی آنکھ کو نظر نہیں آتیں۔ جوزف وہ اس وقت بھی اس کمرہ میں موجود ہے۔ وہ میری نظروں کے سامنے خون آلودہ کفن پہنے اس مقام کے پاس کھڑی ہے۔ جہاں تم بیٹھے ہو۔"

ڈیوک کے ان الفاظ کو سن کر میں بے اختیار چونکا۔ اور بے تابانہ گردن پھیر کر پیچھے کی طرف دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن فوراً ہی اپنی وہم آمیز دہشت سے شرمسار ہو کر میں پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور ڈیوک کی طرف منہ کر کے اس نے کہا۔ میرے خیال میں بہتر ہوگا۔ کہ آپ کے لئے کسی ڈاکٹر یا پادری کو بلا دیا جائے۔۔۔"

"اس سے کیا فائدہ؟" اس نے اس طرح کی پولی اور سرد آواز سے کہا۔ جو قبر سے نکلی ہوئی آواز کے ساتھ مشابہ تھی۔ "میری حالت اس قسم کی ہے جس کا درمان نہ ڈاکٹر کے پاس ہے۔ اور نہ پادری کے کیونکہ میرا جسم اور روح دونوں ہی عذاب دوزخ کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کس لئے وہ ہر وقت خون آلودہ کفن پہنے میرے سامنے کھڑی رہتی؟

"سنو جوزف میں سب حال تم سے کہتا ہوں۔ تھوڑی دیر گذری مجھے اپنی آنکھ اس طرح کھلتی معلوم ہوئی جیسے کوئی سونے والا کسی دہشتناک خواب کو دیکھ کر بیدار ہوتا ہے۔ لیکن کیا تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ وہ کونسا واقعہ تھا جس نے

میری آنکھ کھولی؟ نہیں تم نہیں جان سکتے۔ اس لئے دھیان دیکر سنو۔ میں بیان کرتا ہوں۔ رفتہ رفتہ مجھ کو ایسا معلوم ہوا۔ کہ اس کمرہ کی دیواریں باریک اور شفاف ہونے لگی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ آخرکار اس شیشہ کی مانند ہوگئیں۔ جس کی راہ سے ہم باہر کی ہر ایک چیز دیکھ سکتے ہیں۔ اس وقت میری نگاہ ان دیوارں سے گذر کر شہر کے پُر ہجوم بازاروں کو قطع کرتی ہوئی بہت دور پہنچی یعنی میڈلین کے گرجا کے پاس اور اس کے بعد اس گرجا کی دیواریں بھی اس طرح شفاف ہونی شروع ہوئیں جس طرح پیشتر میری کوٹھڑی کی دیواریں ہوئی تھیں آہستہ آہستہ میری نگاہ سنگ مرمر کے فرش سے گذر کر اس تہ خانہ کی طرف گئی جسمیں خاندان پالن کا قدیم قبرستان ہے۔ اور مجھے اس کا اندرونی حال اس طرح دکھائی دینے لگا جس طرح شفاف پانی کی ندی کا پیندا دکھائی دیتا ہے۔ دفعتاً ایک تابوت کا ڈھکنا اٹھنا شروع ہوا اور ایک مہیب صورت خونی کفن پہنے اس سے نکلی... جوزف کس لئے انہوں نے اس کو خون آلود کپڑوں میں دفن کیا تھا!

"موسیو لا ڈیوک" میں نے التجائی لہجہ میں کہا اور اس کے ساتھ ہی مجھے سر سے پاؤں تک اپنے بدن کے ہر حصہ میں سردی کی تیز لہر پیدا ہوتی محسوس ہوئی "خدا کے لئے اس طرزِ گفتگو کو چھوڑیئے میڈم لاڈچیں کو مناسب احترام کے ساتھ دفن کیا گیا تھا۔ اس لئے اطمینان فرمایئے۔ کہ جو کچھ آپ نے دیکھا محض آپ کا وہم ہوگا۔"

"جوزف یہ وہم نہیں امر واقعہ ہے" ڈیوک نے ویسی ہی خوفناک بولی آواز میں میرے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "در اصل تم کو دھوکا دیا گیا ہے ... ساری دنیا کو دھوکا دیا گیا ہے۔ اور حقیقتاً مارشل نے اپنے حلم سے اسکو

خون آلودہ کپڑوں میں دفن کرا دیا ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی۔ کہ وہ مجھے اس طرح کے کپڑوں میں اپنے تابوت سے باہر نکلتی دکھائی دی؟ کیا وہ ہوا میں اڑتی ہوئی میرے پاس یہاں نہ آئی تھی؟ کیا میں نے اس کو ٹھوس دیواریں چیر کر بڑی آسانی سے اندر آتے نہ دیکھا تھا؟ اور کیا وہ اسوقت بھی عین اس مقام کے پاس جہاں تم بیٹھے ہو موجود نہیں ہے؟

"ہر کار خدا کو مان کر اس طریق گفتگو کو بند کیجئے"۔ میں نے اپنی جگہ سے بیتابانہ اُٹھتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس کی باتیں میرے لئے دہشت خیز ہونے لگی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے مختل حواس کا کچھ نہ کچھ اثر میرے اپنے دماغ پر پڑنے لگا ہے۔ اور ڈیس کی ہیولانی صورت مجھ کو بھی دکھائی دینے کے قریب ہے۔

"جوزف کیوں تم ایسی بے اعتباری ظاہر کرتے ہو؟" ڈیوک نے دبی ہوئی آواز سے پوچھا۔ "میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کو اندر آتے دیکھا ہے۔ میں نے اس برفانی ہوا کے سرد جھونکے محسوس کئے ہیں جو اس کو یہاں لائے تھے۔ میں اس سردی کا اثر جو موت کے ساتھ وابستہ ہے اپنے چاروں طرف محسوس کرتا ہوں بے شک وہ میرے پاس آئی اور مجھ سے کہہ گئی ہے۔ کہ اب تم چلنے کے لئے تیار رہو۔ اور مجھ کو پورا یقین ہے کہ اس ایک گھنٹہ کے اندر اندر جو گذر رہا ہے میری زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیا تم نہیں دیکھ سکتے ہو وہ کس طرح بھیانک نظروں سے میری طرف گھورتی ہے؟ کس طرح اس کے بے رنگ ہونٹ حرکت کرتے دکھائی دیتے ہیں؟ بے شک وہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ مگر اس کے الفاظ مجھ کو سنائی نہیں دیتے تھوڑی دیر گذری اس کا باپ یہاں آیا تھا۔ اور یہیں اس کے پہلو میں کھڑا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اس نے بھی اس کو

نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ تب بھی اتنی ہی صاف دکھائی دیتی تھی۔ جتنی اب سچ کہتا ہوں۔ اس کی صورت میرے لئے اتنی ہی نمایاں ہے جتنی تمہاری"۔

"موسیو لاڈیوک" میں نے پھر ایک بار کہا "میں بہت درخواست کرتا ہوں کہ مجھے کسی ڈاکٹر یا پادری۔ یا جیل کے داروغہ کو اس جگہ آپ کے پاس لانے کی اجازت دیجئے ...."

"نہیں ٹھیرو میں حکم دیتا ہوں!" ڈیوک نے جلدی سے کہا "ڈاکٹر میرے لئے کیا کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں کوئی ایسا طبیب نہیں جو موت کی آمد روک سکے اسی طرح پادری کی آمد بھی میرے لئے بیکار ہے۔ کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ اس قسم کی دعا پڑھ کر سنا سکتا ہے جیسے وہ ایک تنخواہ دار ملازم کی حیثیت میں سنانے کا عادی ہو چکا ہے۔ اس کے الفاظ دل سے نکلے ہوئے نہیں ہوں گے۔ کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے روپیہ کے لئے کرتا ہے اس لئے نہ تم کسی ڈاکٹر اور نہ پادری کو بلوانے کی کوشش کرو میرے لئے وہ دونوں بیکار ہیں اور وقت گذرا جاتا ہے۔ کئی منٹ ہم کو باتیں کرتے ہو گئے اور اس عرصہ میں وہ خونی کفن پہنے بتدریج میرے پاس آتی جا رہی ہے۔ ہمارا درمیانی فاصلہ اتنے ہی میں کافی گھٹ گیا ہے ..."

"حضور والا" میں نے بدنصیب امیر کی بے جوڑ باتوں سے تنگ آ کر کہا "خدا کے لئے میرا کہا مانیئے اور میرے ساتھ دو زانو ہو کر خدا کی بارگاہ میں سچے دل سے دعا کیجئے۔ ہماری دعا یقیناً قبول ہو گی آپ کی موت اتنی قریب نہیں جتنی آپ خیال کرتے ہیں۔ گو اس کے باوجود یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ آپ کا دور زندگی اب محدود ہے بہر حال آپ کو چاہیئے کہ اس کو بہترین طریقہ پر صرف کریں ..."

"اسی طرح کے الفاظ تھوڑی دیر پیشتر مارشل نے مجھ سے کہے تھے۔ مگر میں نے اسکی باتوں کی پروا نہیں کی"۔ اور یہ کہتے ہوئے ڈیوک نے اپنے الفاظ پر خاص طور پر زور دیا۔ گویا وہ اپنے طریق عمل کی صفائی کرنا چاہتا تھا۔

"گستاخی معاف" اسپر میں نے کہا "مگر آپ کو مارشل کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرنا چاہیئے تھا۔ وہ نیک نیتی سے آپ کے پاس آئے تھے ..."

"بس میں اس کا ذکر سننا نہیں چاہتا" ڈیوک نے تلخ لہجہ میں کہا اور اس کے بعد دفعتاً پھر وہی دیوانوں کا سا لہجہ اختیار کر کے کہنے لگا "میں اس سے گفتگو کرنا نہ چاہتا تھا۔ البتہ چند الفاظ میں اس دنیا سے رخصت ہونے سے پیشتر تم سے کہنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس لئے غور کے ساتھ سنو میری موت کے بعد جب تم میرے بیٹے تھیو بالڈ سے ملو تو میری طرف سے کہنا۔ کہ وہ اپنے بدنصیب باپ کی یاد سے نفرت نہ کرے پھر یہ بھی اس سے کہنا۔ کہ ڈیوک نے دم آخر میں اس بات کی اجازت دیدی تھی۔ کہ تم مناسب عرصہ گذر جانے پر اُس سے شادی کر لو جس سے تم کو محبت ہے مگر ساتھ ہی اس کو ہدایت کرنا کہ وہ ہمیشہ اپنی بی بی کے ساتھ محبت آمیز سلوک کرے۔ اُس کو اپنا بنائے رکھے۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھے۔ کہ کسی حال میں ایسے ناخوشگوار جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ کیونکہ جب پہلی بار زن و مرد میں غصہ کے لفظوں کا تبادلہ ہوتا ہے تو درحقیقت وہ الفاظ رائیگاں نہیں جاتے وہ ان کی راہ میں کانٹے بن کر اگتے ہیں وہ ایسے بیج ہیں جن کے بوئے جانے سے تا زیست آدمی کی راہ میں خاردار جھاڑیاں اگتی ہیں۔ یہ سب باتیں جوزف میری طرف سے تھیو بالڈ سے کہنا۔ اور اس سے درخواست کرنا۔ کہ وہ میری اس نصیحت کو دوسری دنیا سے بھیجے ہوئے آخری الفاظ کی طرح اہمیت دے۔ کیا تم اس کا وعدہ کرتے ہو؟"

"جی ہاں میں اس کا وعدہ کرتا ہوں"۔ میں نے تھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ کیونکہ ڈیوک کے الفاظ کا حقیقتاً میرے دل پر بہت گہرا اثر ہوا تھا۔ "لیکن آپ کا مزاج ناساز ہے"۔ میں نے اس کے چہرہ پر زردی پھیلتے دیکھ کر کہا۔ کیونکہ یہ زردی اس قسم کی تھی۔ جس میں موت کی بے رنگ سپیدی کی جھلک پائی جاتی تھی۔

"آہ وہ میرے قریب تر آنے لگی ہے"۔ ڈیوک نے پہلے کی نسبت مری ہوئی آواز سے کہا۔ اب اس کا سانس بھی رک رک کر آنے لگا تھا۔ اور اس کا بدن اس طرح تھر تھر کانپتا تھا جیسے برفانی ہوا لگنے سے کانپا کرتا ہے۔ "جوزف میرا دم آخر اب قریب ہے میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ اب میں بچ نہیں سکتا"۔ اور یہ کہکر وہ اس بستر پر لیٹ گیا۔ جس پر اب تک بیٹھا ہوا تھا۔

میں دوڑ کر بند دروازہ کی طرف گیا۔ اور اس پر زور زور سے مکے مار کر مدد کے لئے آوازیں دینی شروع کیں چند لمحوں کے عرصہ میں اس پہرہ دار نے اسے کھولا۔ جو مجھے یہاں چھوڑنے آیا تھا۔ میں نے اسکو بتایا۔ کہ ڈیوک ڈی پالین قریب المرگ ہیں وہ اس اطلاع کو پاتے ہی ڈاکٹر کو بلانے گیا۔ اور اب میں اس کمرہ میں ڈیوک کے پاس تنہا رہ گیا۔۔۔ لیکن نہیں تنہا کس لئے۔ ایک اور پوشیدہ صورت۔۔۔ مقتول ڈچس کی میرے علاوہ اس میں موجود تھی۔ کیونکہ بدنصیب ڈیوک کی آنکھیں رہ رہ کر اس مقام کی طرف دیکھتی تھیں۔ جہاں اس نے ڈچس کی روح کی موجودگی بیان کی تھی۔ میں نے اس کا گلوبند ڈھیلا کیا۔ پانی کے چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکائے۔ کنپٹیوں کو سہلایا اور سہارا دے کر اس کا سر کسی قدر اونچا کیا۔ وہ اس طرح رک رک کر سانس لیتا تھا۔ گویا تنفس دشوار ہے۔ لیکن آنکھیں اب بھی اس مقام پر لگی ہوئی تھیں جہاں میری نظروں سے پوشیدہ کوئی چیز اسکو دکھائی دیتی تھی۔ گو میرے لئے یہ جاننا دشوار نہ تھا۔ کہ وہ اس

بھیانک روح پر لگی ہوئی ہیں جیسے اس کا جوش میں آیا ہوا دماغ اسکی نظروں کے سامنے لا رہا تھا۔

"دیکھو جوزف دیکھو!" اس نے جوش آمیز ہلکی آواز سے کہا "وہ میری طرف چلی آرہی ہے! آہ! اب اس نے فرشتہ موت کی صورت اختیار کر لی ہے! اسکی سانس بالکل سرد ہے۔۔۔ آہ۔ وہ بالکل قریب آگئی۔۔۔ خدا کے لئے مجھے اس سے بچاؤ!"

اس کی آنکھیں دہشت انگیز طریقہ پر کھل گئیں۔ ایک عجیب طرح کا خوف اس پر مسلط ہونے لگا۔ جس کا اثر میں بھی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا اس کمرہ میں قریب المرگ قاتل کے پاس تنہا موجود رہنا حقیقتاً دہشت خیز تھا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور جیل خانہ کا پہرہ دار ایک ڈاکٹر کو ساتھ لئے داخل ہوا۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک عورت بھی آتی دکھائی دی۔ جو میرے خیال میں نرس تھی۔

"آجاؤ سب آدمی پاس آکر میرے بستر کے گرد کھڑے ہو جاؤ" مرد گنہگار نے کراہتے ہوئے کہا۔ اب اس کی آنکھیں بڑی بھیانک تھیں اور اس کا بدن اس طرح سکڑتا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ کسی نظر نہ آنے والی چیز سے ڈر کر پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہا ہے۔ "سارے آدمی میرے گرد کھڑے ہو جاؤ تاکہ تم مجھے اس سے بچا سکو۔۔۔ آہ وہ بالکل قریب آپہنچی۔۔۔ میرے خدا کیا کوئی بھی مجھے اس سے بچا نہیں سکتا!"

"جسقدر جلد ممکن ہو کسی پادری کو بلوا دو" میں نے پہرہ دار سے مضطربانہ کہا۔ "کیونکہ اب اس کا دم آخر قریب ہے!"

"پادری صاحب آہی رہے ہیں" پہرہ دار نے جواب دیا اور الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ حقیقتاً جیلخانہ کا پادری اسجگہ آپہنچا۔

"بچاؤ خدا کے لئے مجھے اس سے بچاؤ!" قریب المرگ ڈیوک کے منہ سے بیتابانہ نکلا اور میں نے دیکھا۔ کہ اب اسے موت کی ہچکی آنی شروع ہو گئی تھی۔ "میرے خدا وہ خونی کفن پہنے بڑھی چلی آتی ہے۔ سرخ دھند میری نظروں کے سامنے چھا گئی۔ اس کا سانس کتنا سرد ہے... آہ وہ بالکل پاس آ گئی۔ ظالمو کیوں تم اُسے نہیں روکتے ہو؟ وہ تمہارے پاس سے گذری آتی ہے... ابھی نہیں! میرے خدا ابھی نہیں! رحم رحم..."

اس کے ساتھ ہی اس کا تار نفس ٹوٹ گیا۔ آخری لفظ عین اسوقت اسکے منہ سے نکلا تھا۔ جب پادری اندر آ کر بدنصیب مرنے والے کے بستر کے پاس دوزانو ہو گیا۔ اور اس نے نشان صلیب اسکو دکھایا۔ اس عمل کے ساتھ ہی ڈیوک کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی کسی ناگفتہ اثر کے تابع ہو کر ہم سب یعنی پہرہ دار۔ اکٹرزس اور میں بستر کے پاس دوزانو ہوئے اور خاموش لفظوں میں ڈیوک ڈی پالن کی روح کیلئے دعائے مغفرت کرنے لگے۔

باب ۸۶
ایک رات کے واقعات

میں جس وقت جیلخانہ لکسمبرگ کی چاردیواروں سے نکلا تو شدت رنج سے جی بیٹھا ہوا تھا۔ رستہ میں گورنر جیلخانہ نے مجھے روکا اور اپنے دفتر میں بلا کر ہدایت کی کہ جہاں تک ممکن ہو بدنصیب ڈیوک کے آخری لمحات کے بارہ میں صحیح حالات پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا میں نے یہ کہکر اسکو تسلی

دی کہ میرا اپنا ارادہ اس بارہ میں حتی الوسع رازداری کرنے کا ہے۔ محل میں واپس آکر میں سیدھا اس کمرہ میں گیا۔ جہاں بڈھا مارشل میرے انتظار میں بیٹھا تھا۔ اور سارا حال اس سے بیان کیا۔ اس نے میرا بیان ہیبت ناک دلچسپی کے ساتھ سُنا اور جب میں اپنی داستان ختم کر چکا تو وہ بڑی دیر تک گہری سوچ میں رہا۔

"میرا خیال ہے" آخر کار اس نے کہا "کہ بھتیجو بالڈکل یا زیادہ سے زیادہ پرسوں تک اسجگہ آجائے گا۔ کیا تمہاری رائے میں مناسب ہوگا کہ وہ ہر ایک بات جو اس کے بدنصیب باپ نے دم آخر میں کہی تھی۔ اس سے بیان کر دیجائے؟"

"جی ہاں میں وہ سب باتیں جو براہ راست ان سے تعلق رکھتی ہیں ضرور ان سے بیان کر دوں گا۔ کیونکہ اس کے تعلق میں میں نے ڈیوک سے دم آخر میں وعدہ کیا تھا۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ اس وعدہ کو توڑا جائے۔"

"تمہارا خیال صحیح ہے" مارشل نے پھر ایک بار غور کرنے کے بعد کہا۔ "یہ تمہارا فرض ہے اور اس فرض کو پورا کرنا چاہیئے اور اب ذرا جاکے داروغہ کو میرے پاس بھیجدو" میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور داروغہ کو مارشل کے کمرہ میں بھیجکر خود ڈیوک ڈی پالن کی موت کا ذکر نوکروں میں سے کسی کے ساتھ کئے بغیر سیدھا اپنے کمرہ کو چلا گیا۔ قریباً نو بجے تک میں اسی جگہ رہا۔ اور جب اس کے بعد شاگرد پیشے میں گیا۔ تو مجھ کو بتایا گیا۔ کہ ڈیوک کا انتقال ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ بات پہلے سے مجھ کو معلوم تھی تاہم میں نے اس طریقہ پر اس کو سُنا گویا یہ ایک بالکل ہی نئی خبر تھی۔ کیونکہ اس بارہ میں اپنی معلومات کا اظہار مجھ کو منظور نہ تھا۔ رات کا کھانا گہری افسردگی اور خاموشی کی حالت میں ختم ہوا۔ جس کے بعد داروغہ نے سب نوکروں کو بلایا تھا کہ

ان کو بھی جو ماتحت درجہ رکھتے اور علیحدہ کھانا کھاتے تھے پھر جب سارے نوکر جمع ہو گئے۔ تو اس نے سنجیدگی کے ساتھ کہنا شروع کیا۔

"جو ہدایات میں تم لوگوں کو اسوقت دینا چاہتا ہوں وہ مارشل صاحب کے حکم کے مطابق ہیں اور چونکہ نوجوان ڈیوک کے ولی کی حیثیت میں انھیں کلی اختیارات حاصل ہیں اس لئے ان احکام کی تعمیل ہم سب کا فرض ہے پس جو کچھ میں کہتا ہوں غور کے ساتھ سنو آج رات تمکو عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں گی۔ لیکن میں چاہتا ہوں۔ کہ تم میں سے کوئی آدمی نہ تو ان کی وجہ سے دہشت زدہ ہو اور نہ اپنے کمرہ سے باہر نکلے اس آخری ہدائت کو اچھی طرح یاد رکھنا ہر دست میں اس سے زیادہ کوئی بات کہنا نہیں چاہتا لیکن صبح کو پوری طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ یہ احکام کس لئے جاری کئے گئے تھے"!

داروغہ کی تقریر ختم ہونے کے بعد حاضرین میں گہری خاموشی چھا گئی۔ ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ معاملہ اس قسم کا ہے جس پر کسی طرح کی لے زنی نہ کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں ہم اپنے اپنے کمروں کو چلے گئے۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ ایک عجیب طرح کی دہشت ہر ایک آدمی کے دل میں پیدا ہو چکی تھی۔ اور میں خود بھی اس کلیہ سے مستثنےٰ نہ تھا۔ لیکن سوال پوچھا جائے گا۔ کہ دہشت کس چیز کی؟ میں نہیں جانتا۔ اس کا کیا جواب دوں۔ دہشت سے میری مراد یہ نہیں۔ کہ مجھے ذاتی طور پر کسی خطرہ کا اندیشہ تھا۔ تو بھی داروغہ کا حکم اتنا عجیب و پر اسرار اور اس کے ساتھ ہی اپنی تہ میں ہیبت کا ایسا پوشیدہ اثر رکھنے والا تھا۔ کہ غیر معمولی آوازوں کے مبہم اشارہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بغیر لئے اس سنسنی کو جو اس اطلاع سے محسوس ہوئی ضبط کرنا محال تھا۔

خیر میں اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ لیکن نیند حاصل کرنا۔۔۔ کم از کم میرے

لئے خارج از بحث تھا۔ لکسمبرگ کے جیلخانہ میں ڈیوک کی موت کا جو سانحہ پیش آیا تھا۔ وہ بجائے خود کچھ کم ہیبت ناک نہ تھا۔ کہ اب داروغہ کے حکم نے اس کے اثرات میں اور اضافہ کر دیا۔ جن عجیب و پراسرار آوازوں کا ذکر داروغہ نے کیا تھا۔ کان ہر آن ان کے سننے کو بیتاب تھے۔ ایک ایک پل کے بعد خیالات کی رو بے اختیار اس طرف جاتی تھی۔ کوئی ہلکی سے ہلکی آواز بھی جو رات کے سناٹے میں پیدا ہوتی بدن میں تھرتھری پیدا کرنے لگتی تھی۔ کسی دور افتادہ مقام پر لکڑی کے تختوں کا چرچرانا باغ میں پتوں کی سرسراہٹ کسی چمگادڑ یا شب بیدار پرندہ کے پروں کی آواز غرض کوئی نہایت معمولی آواز بھی مجھ کو بے اختیار چونکا دیتی تھی۔ ہر چند میں وہمی طبیعت کا آدمی نہیں ہوں تو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس رات ہر ایک آواز فوق الفطرت ذریعوں سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس طرح پر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے کوئی خاص خطرہ در پیش نہ ہوتے ہوئے بھی دہشت کا احساس ہر وقت موجود تھا۔ ایک گھنٹہ گذر گیا۔ آخر کار گیارہ بجے کے عمل پر اس باغ میں جدھر میری کھڑکی کا رخ تھا۔ دیوار کے عین نیچے پاؤں کی دبی ہوئی آواز سنائی دی رات اندھیری تھی۔ اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے لیکن اگر ماہ کامل کی روشنی بھی ہوتی تو میں کھڑکی کے پٹ کھولکر باہر دیکھنے کی جرات نہ کر سکتا۔ کیونکہ داروغہ کے صادر کردہ حکم کے بعد میرے لئے ایسا کرنا نہ صرف حکم عدولی میں داخل بلکہ صریحاً نامناسب تھا اس کے باوجود جیسا میں نے لکھا ہے نیند کی رغبت بالکل نہ تھی میں اپنے کمرہ میں بیٹھا کان لگائے سن رہا تھا۔ کہ ایک اس طرح کی آواز جو فاصلہ پر بادل کی گرج سے مشابہ تھی۔ کانوں میں پہنچی اور اس کے بعد معلوم ہوا۔ کہ وہ بھاری چھکڑوں کے ناہموار سڑک پر چلنے کا شور ہے رفتہ رفتہ وہ آواز قریب

تر آ گئی تھے اکہ آخر کار چھکڑوں کے تھم جانے پر سنائی دینی بند گئی پھر ایسا معلوم ہوا۔ کہ پختہ اینٹیں ان چھکڑوں سے نکال نکال کر پھینکی جا رہی ہیں اور اس کے بعد معماروں کے اوزاروں کی چھنکار سنائی دینے لگی۔ حیران و ششدر میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ ان اوزاروں کا کیا مطلب ہو گا آدھی رات کے محل پر کونسا تعمیری کام اسقدر ضروری سمجھا گیا؟ میں نے اس سوال پر بہت دماغ لڑایا۔ مگر کوئی فیصلہ کن بات ذہن میں نہ آ سکی۔

اس طرح پر رات کا بڑا حصہ گذر گیا اور میں بدستور چارپائی پر بیٹھا ان عجیب و غریب آوازوں کو سنتا رہا آخر کار دن کی روشنی نمودار ہوئی لیکن پھر بھی میں کھڑکی کھولنے کی جرات نہ کر سکا پانچ بجے کے بعد کام جو کچھ تھا پورا ہو گیا۔ اور آوازیں سنائی دینی بند ہو گئیں اب تو صرف دل کا شور سنائی دیتا تھا۔ نہ اینٹوں کے کھڑکھڑانے کی آواز پھر ایسا معلوم ہوا۔ گویا خالی گاڑیاں واپس جا رہی ہیں۔ سب سے آخر میں کسی شخص کے جھاڑو دینے کی آواز سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔

"میرے خدا ان اسرار کا کیا مطلب ہے"! میں نے سوویں بار یہ سوال اپنے دل سے پوچھا اور اس کے بعد رات بھر کا تھکا ماندہ چارپائی پر لیٹ گیا اسی طرح بے خبری میں آنکھ لگ گئی

قریباً آٹھ بجے تھے۔ کہ میں بیدار ہوا۔ لیکن رات بھر جاگتے رہنے کا اثر ضعف و کسل کی صورت میں اب تک موجود تھا۔ کمر دکھتی تھی۔ آنکھیں جل رہی تھیں اور دل بجھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ بدقت اٹھ کر ہاتھ منہ دھویا اور کپڑے تبدیل کئے اس کے بعد سیڑھیوں سے اتر کر سیدھا باغ کی طرف ہو لیا دس بارہ نوکر اس جگہ کھڑے ہیبت آمیز نظروں سے اس کمرہ کی کھڑکیوں

کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جسمیں خونی واردات ہوئی تھی لیکن ... میرے خدا!
وہ کھڑکیاں اب کہاں تھیں؟ میری نظروں کے سامنے سیدھی سپاٹ
دیوار تھی۔ جسمیں دروازہ یا کھڑکی کا نشان تک موجود نہ تھا! قریباً ایک لمحہ
حیران و ششدر رہیں رات کے پراسرار کام کو عملی صورت میں دیکھ کر متحیر ہوتا
رہا اس کے بعد رفتہ رفتہ دوسرے نوکروں کی طرف دیکھا اس وقت ایمیلی نے
جس کا چہرہ زرد تھا۔ مجھے بازو سے پکڑا اور ایک طرف لیجا کر دبی آواز سے کہنے
لگی "یہ سب کچھ مارشل کے حکم سے ہوا ہے داروغہ نے تھوڑی دیر گذری مجھ کو
جتایا تھا۔ کہ مارشل کے حکم سے ہی اس خونی کمرہ کے دروازے اور کھڑکیاں اینٹوں
سے بند کرادی گئی ہیں اور جو سامان اس کمرہ میں تھا وہ سب اندر کا اندر ہی
رہنے دیا گیا ہے۔ کوئی ایک چیز بھی نکالی نہیں گئی"۔

"لیکن عقل حیران ہے کہ مارشل نے یہ عجیب و غریب کارروائی کس خیال
سے کی ہوگی"۔ میں نے سہمی ہوئی آواز سے کہا۔

"بات یہ ہے وہ چاہتا تھا۔ کہ اس کی بدنصیب بیٹی کی کوئی چیز تلف نہ کی
جائے"۔ ایمیلی نے جواب دیا اس کے ساتھ یہ بھی غیر ممکن تھا۔ کہ خون آلودہ سامان
کو اسی حالت میں رکھا رہنے دیا جائے اور لوگ اس کمرہ میں آ آ کر رفع استعجاب
کیا کریں پھر اس کے علاوہ نوجوان ڈیوک کے جذبات کا بھی خیال تھا۔ کیونکہ وہ
جسوقت واپس آئیگا تو اس مقام کو دیکھ کر جہاں اس کی ماں کی موت واقع
ہوئی اور اس کے باپ نے جرم قتل کا ارتکاب کیا۔ اس کے دل پر برچھیاں
ہی چلیں گی ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھ کر مارشل نے یہی بہتر سمجھا ہے کہ
کمرہ کی دیواروں کو جوں کا توں چنوا دیا جائے"۔

کیفیت ہر لحاظ سے مکمل اور اطمینان بخش تھی اور اس سے رات کی آواز و تکا

راز پوری طرح حل ہو گیا۔ تو بھی جو افسردگی میرے دل پر مسلط تھی رفع نہ ہو سکی
میرے لئے یہ معلوم کرنا باعث ہیبت و تکلیف تھا۔ کہ جس مقام پر ارتکاب
جرم ہوا تھا اس کی ساری چیزوں کو بدستور خون آلودہ چھوڑ کر عمارت کے اس
حصہ کو مقبرہ کی صورت دیدی گئی جس سے اس فعل شنیع کی یاد ہمیشہ تازہ ہوتی
رہے گی۔ میری رائے میں جو کچھ مارشل نے کیا وہ بیجا اور غلط تھا۔ کیونکہ اس
ذریعہ سے جرم کی خوفناک یادگار کو ہمیشہ محفوظ رکھنے کے سوا اور کوئی فائدہ
ممکن نہ تھا۔ رہ گیا نوجوان ڈیوک ڈی پالن کے جذبات کا خیال تو میں نہیں
جانتا۔ کہ ان بند دیواروں کا اس کے دل پر کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ کیونکہ یہ تو صاف
ظاہر ہے کہ جب کبھی وہ اس مقام میں آکر باغ میں قدم رکھے گا۔ تو اسکی
نگاہ بے اختیار اس مقام کی طرف جائے گی جہاں اسکی ماں کی موت پیش از
وقت واقع ہوئی اور اس کے باپ نے وہ بھاری گناہ کیا جس کی تلافی غیر
ممکن تھی اس سے ہزار گنا بہتر ہوتا۔ کہ اس کمرہ کو یا تو بالکل مسمار کر دیا جاتا۔
یا اس میں ایسی تبدیلیاں کی جاتیں کہ اسے پہچاننا ہی غیر ممکن ہو جاتا۔ مثلاً
اس کی دیواروں پر از سر نو کاغذ منڈھ دیئے جاتے نیا رنگ پھیرا جاتا۔ جو چیزیں
تلف کرنے کے لائق تھیں ضائع کر دی جاتیں اور نئی آرائش کا انتظام
ہوتا۔

یہ خیالات تھے جو اس وقت میرے دل میں پیدا ہوئے جب میں
آہستہ آہستہ باغ کی راہ سے گذر رہا تھا۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر میں
اس خیال سے بڈھے ساہوکار کے مکان کی طرف ہو لیا۔ کہ میڈموازل
ڈیلاکورہ کی مزاج پرسی کر آؤں کیونکہ جب سے یہ خونی واقعہ پیش آیا مجھے
اس خاتون سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ یہ تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ

اس نازنین کے قلب نازک پر اس واقعہ کا بہت گہرا اثر ہوا ہوگا۔ علاوہ ازیں وہ خوب اچھی طرح جانتی تھی۔ کہ ہنیو بالڈ کا مزاج بڑا ہی الجھن ہے۔ اور یہ سوچکر وہ بارہا کانپ اٹھی ہوگی۔ اور جب اس کے نازک دماغ کو پے در پے صدمے پہنچیں گے۔ تو یقیناً وہ ان کے بوجھ سے کچلا جائیگا۔

اسجگہ پہنچکر معلوم ہوا۔ کہ میڈموازل ڈیلاکور کی حالت خراب ہے۔ اسکی بیماری نے شدید صورت اختیار کر لی ہے۔ اور اب اگر کوئی معجزہ ہی پیش آئے تو شاید اس کی جان بچ جائے۔ اس اطلاع کو پاکر مجھے سخت ذہنی تکلیف ہوئی۔ نہ صرف اس خاتون کی وجہ سے بلکہ نوجوان ہنیو بالڈ کی خاطر بھی جس پر قدرت یکے بعد دیگرے نئی نئی مصیبتیں لا رہی تھی۔ آہ کتنا ہیبتناک واقعہ ہوگا اگر روئے زمین کا یہ نہایت خوشنما پھول کھلتے ہی کملا گیا۔ اس کی موت حقیقتاً ڈیوک ڈی پالن کی بہترین آرزوؤں اور امیدوں کی موت کے مترادف ہوگی اور اگر یہ افسوسناک واقعہ پیش آیا تو اس کی زندہ دلی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائیگا۔

اس طرح کے رنجیدہ خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا میں بے مدعا ایک طرف کو چلنے لگا۔ اور قریباً دو یا تین گھنٹے پیرس کی سڑکیں ناپتا پھرا۔ گہری افسردگی اور اداسی میرے دل پر مسلط تھی۔ اور میں اس مکان پر واپس جاتے ہوئے ہچکچاتا تھا۔ جہاں کی ہر ایک چیز واقعات ناخوشگوار کی یاد تازہ کر رہی تھی۔ جو حال میں پیش آئے تھے اس کے ساتھ ہی میں اتنا سنگدل اور ناشکر گذار بھی نہ تھا۔ کہ ملازمت ترک کر کے فوراً رخصت ہو جانے پر اصرار کرتا۔ اسی طرح آوارہ پھرتے دو پہر ہوگئی۔ اس وقت میں کچھ کھانے کے لئے ایک جائے طعام میں داخل ہوا کیونکہ صبح کے ناشتہ پر بھی کچھ نہ کھایا

تھا۔ اور طبیعت مضمحل اور کسل مند تھی۔ وہیں میز پر اخبار کا ایک تازہ پرچہ رکھا تھا۔ میں نے اُسے کھولکر پڑھنا شروع کیا۔ معلوم ہوُا کہ میڈ موازل لگنی کو ایک روز پینیٹر صاحب چانسلر کی کچہری میں پیش کیا گیا تھا۔ اس موقعہ پر جو سوالات اس خاتون سے پوچھے گئے ان میں سے بعض کا جواب اس نے بے حد استقلال کے ساتھ دیا۔ لیکن بعض موقعوں پر اس کی طرف سے انتہائی پریشانی اور کمزوری کا اظہار بھی ہوُا۔ اس الزام کی اس نے سختی سے تردید کی کہ وہ جرم قتل کی شریک و حصہ دار تھی۔ اسے بھی اس کو انکار تھا۔ کہ ڈیک سے کبھی اس کے ناجائز تعلقات ہوئے۔ اس کے بیان کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ ان دونو میں محض کسی دوستانہ تھا۔ اخبار کے مضمون سے پایا گیا۔ کہ صاحب چانسلر نے اس کو بے طرح دھمکایا اور اس سے بے جا سختی کا سلوک کیا تھا۔ انہوں نے بزور اس سے یہ بات منوانے کی کوشش کی کہ وہ شریک جرم تھی۔ میڈ موازل لگنی نے زار زار روتے ہوئے ان الزامات کی تردید کی اور اس بات پر زور دیا۔ کہ ڈیک سے میرے تعلقات چونکہ کسی زمانہ میں بھی ایسے نہ تھے جو میرے لئے باعث ندامت ہوں اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ میری ذات ڈجیں کے سینہ میں وہ جوش رقابت پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ جس نے آخر کار ایسی ہولناک صورت اختیار کی تھی۔ اخبار میں تحریر تھا۔ کہ فی الحال میڈ موازل کو صد جیلخانہ کی حوالات میں رکھا گیا ہے تاہم اس کے برخلاف چونکہ شمہ بھر شہادت اس قسم کی موجود نہیں جو ثبوت جرم کے لئے کافی ہو۔ اس لئے امید کامل ہے کہ اسے جلد تر رہا کر دیا جائے گا۔

میں اس مضمون کے مطالعہ سے فارغ ہو رہی تھا۔ کہ موسیو لاموٹ داخل

ہوُا۔ بڑی سرگرمی سے مصافحہ کر کے اس نے واقعات حال کا ذکر چھیڑا۔ اور
اس سلسلہ میں بتایا کہ میڈموازل لگنی کو آج صبح رہا کر دیا جا چکا ہے۔ چنانچہ
میں نے خود اس کو صدر جیلخانہ سے باہر آکر گاڑی پر سوار ہوتے دیکھا تھا
اور دریافت پر معلوم ہوا تھا۔ کہ یہ وہی خاتون ہے۔ مگر اُف میں بیان
نہیں کر سکتا۔ کہ وہ کتنی لاغر کتنی زرد رو اور افسردہ تھی۔ سچ جانو اسکی عمر تیس برس کی تو
کسی حال میں نظر نہ آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی پچاس برس کی بوڑھی عورت ہے
سہ پہر کے تین بجنے لگے تھے۔ کہ میں آخر کار محل کو واپس لوٹا اور اس
وقت دربان کی زبانی معلوم ہوُا۔ کہ نوجوان ڈیوک ڈی پالن جرمن یونیورسٹی
سے واپس آ گئے۔ شاگرد پیشے میں دوسرے نوکروں نے بیان کیا۔ کہ ان
کو آئے قریباً دو گھنٹے ہوئے ہیں۔ اور وہ تب سے اسوقت تک اپنے
نانا بڈھے مارشل کے پاس بیٹھے ہیں۔ میں نے کانپتے ہوئے فکرمند لہجہ میں
دریافت کیا۔ کہ حال کی بھاری مصیبتوں کا بوجھ انہوں نے کس طرح برداشت
کیا ہے؟ جس کے جواب میں مجھ کو بتایا گیا۔ کہ وہ جسوقت گاڑی سے اُترے
تو رنج و غم اور یاس و افسردگی کی مجسم تصویر نظر آئے تھے۔ ان کی چال بھی
بے حد سست تھی۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی علامت ان کے چہرہ پر نہیں
پائی گئی۔ میں چونکہ فیلوبالڈ کی ذکی الحس طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا
اس لئے نوکروں کے اس بیان سے میری دلجمعی نہ ہوئی۔ میرا خیال تھا۔ کہ نوجوان
ڈیوک شدت رنج و غم سے نڈھال زار زار روتا اور نالہ و شیون کرتا گاڑی
سے اُتر کر اس پہلے شخص سے لپٹ کر جو اس کو نظر آئے ڈاڑھیں مار مار کر روئیگا
پس اس کے ضبط کی خبر پا کر میرے دل کو اور زیادہ تشویش ہوئی۔ کیونکہ میں
اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ غم کا اظہار۔ اس کے ضبط سے ہزار درجے بہتر ہوتا ہے

اگر مجھ کو بتایا جاتا۔ کہ نوجوان ڈیوک نے اپنی آہ وزاری سے گھر بھر میں کہرام مچا دیا۔ تو میں اس سے بہت زیادہ مطمئن ہوتا۔ جتنا اب ہوا۔

مجھ کو اس جگہ آئے بہت دیر نہ گذری تھی۔ کہ گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور جو نوکر آواز سنکر اندر گیا تھا۔ اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ تمہیں اس کمرہ میں بلایا ہے۔ جہاں مارشل اور نوجوان ڈیوک اکٹھے بیٹھے ہیں۔ اس اطلاع کو پاکر مجھے اپنا دل سینہ کے اندر بیٹھتا معلوم ہوا۔ کیونکہ ڈیوک کے متعلق مجھے ایک ناخوشگوار فرض سرانجام دینا تھا۔ تاہم جس طرح ممکن ہوا۔ میں نے ضبط سے کام لینے کی کوشش کی۔ اندر گیا تو مارشل نے میری طرف کو آتے ہوئے معنی خیز نظروں سے دیکھا گویا اس ذریعہ سے مجھے اس بارہ میں تاکید کرنا چاہتا تھا کہ جو فرض تم کو ادا کرنا ہے۔ اس میں انتہائی احتیاط سے کام لینا۔ اور اس کے بعد کمرہ سے رخصت ہو گیا۔ اب اس کمرہ میں میں نوجوان ڈیوک کے پاس تنہا رہ گیا۔ وہ اس میز کے پاس جو کمرہ کے وسط میں رکھی ہوئی تھی چھاتی پر بازو لپیٹے آنکھیں جھکائے کھڑا تھا۔ اس کا خوشنما سڈول جسم بالکل بے حرکت تھا یہاں تک کہ بادی النظر میں اس کی صورت پر کسی سنگی مجسمہ کا گمان ہوتا تھا علاوہ بریں میں نے دیکھا۔ کہ اس کا چہرہ سنگ مرمر کی طرح بے رنگ تھا اور جب اس کے بعد رفتہ رفتہ اس نے پیچھے مڑکر میری طرف منہ پھیرا تو معلوم ہوا کہ جو کیفیت اس کی بدلی ہوئی حالت کی نوکروں کی زبانی معلوم ہوئی تھی اس میں کسی طرح کے مبالغہ کو دخل نہ تھا۔ انتہائی مایوسی اور افسردگی کا اظہار اس کے چہرہ سے ہوتا تھا۔ اس کی حالت اس آدمی سے ملتی تھی جسے زندگی سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی ہو۔ سچ مچ اس کا دل اسی طرح بجیس و حرکت بدن کے اندر دفن معلوم ہوتا تھا۔ جس طرح اس خوبی ساختہ

کے نشانات ہمیشہ کے لئے اس کرہ کی چار دیواری میں بند کر دئیے جا چکے تھے جسکی
پختہ دیواروں کی راہ سے روشنی کی کوئی کرن اب اندر داخل نہ ہو سکتی تھی۔
"جوزف" اس نے بولی بے آہنگ آواز سے کہا "مجھکو بتایا گیا ہے کہ والد نے کوئی
پیغام میرے لئے تم کو دیا تھا اس بارہ میں جو کچھ تم کو معلوم ہو۔ بے دریغ بیان
کر دو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ ایک نیکدل فیاض منش نوجوان کی طرح
جیسے کہ تم ہو۔ اس ذکر کے دوران میں تم حتے الوسع رنجدہ اشارات کم کرنے کی
کوشش کرو گے۔ مگر میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ تمہیں اس بارہ میں حد سے زیادہ
محتاط ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری حالت ایسی ہے۔ کہ میں اپنے متعلق بدترین
حالات سننے کے لئے تیار ہو چکا ہوں اس لئے کوئی خبر اچھی ہو۔ یا بری۔ مجھ
پر کوئی خاص اثر پیدا نہیں کر سکتی روئے زمین پر کوئی راحت ایسی نہیں۔ جو
میرے لئے باقی ہو۔ نہ کوئی مصیبت اس قسم کی ہے جسے میں نے اب تک برداشت
نہ کیا ہو۔ اس لئے میرے دوست جو کچھ تمہیں کہنا ہو صاف صاف کہہ دو میں
اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم میرے مونس وغمخوار ہو اور ہمیشہ تمہاری طرف سے
دوستانہ خیالات کا اظہار ہوا ہے" اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
اور ایک منٹ کے قریب پکڑے رکھا۔ مگر اس کو دبایا نہیں۔ اس کی یہ حرکت
گو مظہر عنایت تھی۔ تاہم وہ اس طریقہ پر ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ ایک مصنوعی
اور بے اختیاری حرکت ہے جسے قوت ارادی کے بغیر عمل میں لایا گیا ہے یہ
حالت دیکھ کر اتنا گہرا اثر میرے دل پر ہوا کہ جب اس کے بعد میں نے بولنے
کی کوشش کی تو آواز جوش سے تھرائی اور سسکیوں سے رکی ہوئی تھی میں
نے ضبط کی بہت کوشش کی تو بھی آنسوؤں کے قطرے بے اختیار میرے
رخساروں پر بہ نکلے میں نے ڈیوک کا ہاتھ دبایا لیکن وہ کسی لاش کے ہاتھ

کی مانند سرد اور بے حرکت تھا۔ مجھے اس کے چہرہ کا کوئی عضلہ بھی حرکت کرتا نظر نہ آیا۔ بہت دیر وہ میرے منہ کی طرف تکتا رہا مگر اس کی نگاہ میں ناقابل بیان یاس کی جھلک شامل تھی۔ وہ اس قسم کی نگاہ تھی۔ جس کی مشابہت کسی دنیاوی چیز سے نہیں دیجا سکتی۔

"بیان کرو جوزف میرے باپ نے دم آخر میں تم سے کیا کیا کہا تھا؟" آخر کار اس نے پوچھا۔

"صاحب ان کی آخری نصیحت یہ تھی"؛ میں نے بدقت اپنے جذبات پر قابو پاکر بولنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ ہر لحظہ یہ اندیشہ دامنگیر تھا۔ کہ شاید میں اپنے ناقابل ضبط جوش کی وجہ سے اس گفتگو کو جاری نہ رکھ سکوں "انکی آخری نصیحت یہ تھی کہ میں آپ سے کہدوں آپ ان کے متعلق جہاں تک ممکن ہو۔ بُرے خیالات کو دل میں جگہ دینے کی کوشش نہ کریں"۔

جواب دینے سے پہلے نوجوان ڈیوک تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر جب آخر کار بولا تو اس کی آواز سرد اور ہر قسم کے جوش سے خالی تھی۔ کہنے لگا "جوزف اگر یہ صحیح ہے کہ ہماری بدترین خطائیں بھی آسمان پر بخشی جاسکتی ہیں تو یقیناً اس دنیا میں بھی ان کا بخشا جانا غیر ممکن نہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ اگر بیٹا اپنے باپ کی خطاؤں سے درگذر نہ کرے تو اور کون ہے جو کرے گا؟ اس لئے میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی ہر طرح کے بُرے خیالات کو دل سے نکال چکا ہوں۔ تاہم بتاؤ میرے باپ نے اور کیا الفاظ تم سے کہے تھے؟"

"ان کی دوسری وصیت یہ تھی۔ کہ آپ نے میڈموازل ڈیلاکور سے شادی کر لینا وہ اس کے متعلق بخوشی اجازت دے گئے تھے..."

میں کہتا کہتا رک گیا۔ کیونکہ فوراً یہ خوفناک خیال پیدا ہوا۔ کہ کہیں اس وقت

نوجوان ڈیوک کے روبرو جس خاتون سے شادی کرنے کا ذکر کرتا ہوں وہ بر لب گور ہے اس لئے میرا اس ذکر کو تازہ کرنا حقیقتاً دل تضحیک ہے۔

"آہ تم رک گئے" نوجوان ڈیوک نے چونک کر کہا۔ کیا بات تھی۔ جو تم اس سلسلہ میں کہنا چاہتے تھے؟"

"یہ کہ وہ بیمار ہے۔۔۔ سخت بیمار ہے" میں نے مجبور ہو کر کہا۔

"جوزف کیا ہی بہتر ہو کہ وہ اس بیماری میں جان دے دے" تھیو بالڈ نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "کیونکہ اب اگر وہ زندہ بھی رہے۔ تو وہ محبت جو اُسے مجھ سے تھی کسی حالت میں بارور نہیں ہو سکتی میرا دل ہر طرح کی خوشیوں کے لئے مر چکا ہے۔ شادی خوشی کی تقریب ہے اس موقعہ پر شادیانے بجتے ہیں۔ بیش قیمت کھانے دستر خوان پر لائے جاتے ہیں رنگین شرابیں گلاسوں میں چھلکتی ہیں اور پھول بکھرائے جاتے ہیں۔ لیکن میرا دل جو ہمیشہ کے لئے مر چکا ہے کبھی اس طرح کی خوشیوں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ میری حالت ایک زندہ لاش کی طرح ہے۔ جس کے لئے نہ شراب کا گلاس منہ سے لگانا ممکن ہے اور نہ کسی طرح کی خوشیوں میں حصہ لینا۔ مگر ہاں۔۔۔ اس کے علاوہ میرے باپ نے اور کیا کہا تھا؟

"موسیو لا ڈیوک" میں نے رکتے ہوئے جواب دیا "اس سے آگے جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا۔ اس کا ذکر میرے خیال میں لاحاصل ہے"

"کیوں کس لئے؟" تھیو بالڈ نے جلدی سے پوچھا۔ "بولو تم پھر رک گئے میرے نانا مارشل نے مجھ کو بتایا تھا۔ کہ تم نے والد سے ان کے دم آخر میں وعدہ کیا تھا کہ ان کے دیئے ہوئے پیغامات حرف بہ حرف مجھ تک پہنچاؤ گے۔ اس لئے تمہیں اس فرض کو پورا کرنا چاہیئے۔ خواہ وہ کتنا ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہو"

اسوقت یہ نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ کہ نوجوان ڈیوک کی موجودہ رنج و مایوسی میں اگر کوئی چیز اس کے ذہنی خیالات کو دوسرے رُخ پر لا سکتی ہے تو وہ میڈموازل یوجینی کا ذکر ہے۔ پس میں نے کہا۔ "آنجہانی ڈیوک نے اپنے آخری لفظوں میں ایک بیش قیمت نصیحت آپ کے لئے چھوڑی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ کہ آپ اس نصیحت کو دوسری دنیا سے بھیجے ہوئے پیغام کی طرح مقدس اور پاک سمجھیں۔ ان کا ارشاد تھا کہ شادی کے بعد آپ اپنی دلہن سے ہمیشہ اچھا برتاؤ کرتے رہیں۔ اور کبھی جھگڑے کی نوبت نہ آنے دیں۔ بس یہ پیغامات تھے۔ جو انہوں نے آپ کے لئے چھوڑے تھے"۔

"جوزف میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں"۔ نوجوان ڈیوک نے ایک لمبی سرد آہ کھینچکر کہا۔ "اور اب تم باہر جاؤ"۔

"جی نہیں میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا"۔ میں نے جلدی سے کہا "مجھ کو اچھی معلوم ہے کہ حالات موجودہ میں عشق و محبت کا ذکر چھیڑنا یقیناً ناخوشگوار ہے۔ تو بھی میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میڈموازل ڈیلا کور نے آپ کی کوئی خطا نہیں کی انہوں نے آپ کو ناراضگی کا کبھی کوئی موقعہ نہیں دیا۔ اس لئے آپ کو ان کی طرف سے برگشتہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ دنیا کی اور چیزوں کی طرح عشق و محبت میں بھی انسان کو محض اپنی راحت کا خیال نہ رکھنا چاہیئے۔ اس کو لازم ہے ان فرائض کو پیش نظر رکھے جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس آپ پر لاکھ مصیبتیں نازل ہوئی ہوں۔ آپ اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش نہیں سمجھ سکتے۔ جو میڈموازل کے بارہ میں آپ پر عائد ہوتا ہے اس کے علاوہ موسیو لاڈیوک وہ چونکہ بیمار ہے ..."

"آہ۔ بیمار ہے"! تھیوبالڈ نے میرے لفظوں کو دوہراتے ہوئے کہا اور اس

رنجدہ ملاقات کے دوران میں پہلی مرتبہ مجھے اس کے بے حرکت جسم میں ہلکی تھرتھری پیدا ہوتے دکھائی دی۔

"ہاں بیمار ہے" میں نے اب اپنے لفظوں پر زور دیکر کہا۔ "جیسا میں نے پیشتر عرض کیا تھا۔ میڈموازل ڈیلا کور سخت بیمار ہے۔۔"

"کیا سخت بیمار ہے!" اس نے متحیر نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اور اب کی بار وہ ہلکی تھرتھراہٹ جو اس کے بدن میں پیدا ہوتی نظر آئی تھی اس کے لہجہ میں بھی ظاہر ہوئی۔

"وہ بہت سخت بیمار ہے" میں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "دراصل اس کی بیماری اس زمانہ سے چلی آتی ہے۔ جب آپ رخصت ہوئے تھے۔۔"

"غریب یوجینی!" ڈیوک نے اور زیادہ متاثر ہوکر کہا۔

"اور اب اس کی بیماری خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ آہ موسیو لا ڈیوک اس کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے۔ اندیشہ ہے کہ وہ شاید پھر صحتیاب ہو سکے کیا اس صورت میں آپ کا یہ فرض نہیں ہے کہ اس بدنصیب کی حالت پر توجہ دیں جس نے ہمیشہ آپ سے سچی محبت کی ہے۔ جس کے حسن کے آپ پرستار رہ چکے ہیں جس کے جوش قلبی نے آپ کی روح پر اثر ڈالا تھا۔ جو یقیناً اس وقت بھی آپ کو یاد کر رہی ہوگی۔ اور جس کے لبوں پر لازمی طور پر دم آخر میں آپ ہی کا نام ہوگا"

"یوجینی مر رہی ہے!۔۔۔ اوہ کیا یہ ممکن ہے!" نوجوان ڈیوک کے منہ سے یہ الفاظ وحشت آمیز لہجہ میں نکلے اور اب اس کی آواز میں بھی جو پہلے بے اثر اور بوڑھی تھی ایک عجیب طرح کا جوش پیدا ہو گیا۔ "جوزف کیا تم یہ ساری باتیں محض اس لئے کہہ رہے ہو کہ میرے تن مردہ میں نیا جوش آ جائے؟۔۔۔ لیکن نہیں

میری روح ہمیشہ کے لئے مردہ ہو چکی۔ دنیا کی کوئی طاقت اب اس پر اثر پیدا نہیں کر سکتی۔"

"تو کیا اس کا یہ مطلب ہے" میں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔ کہ وہ محبت بھی آپ کے دل میں باقی نہیں رہی۔ جو اس خاتون کا اس کے دم آخر میں سہارا ہے؟ سرکار اس پہلو کو سوچیئے اور اس پر اچھی طرح غور کیجئے۔ کہ اگر کوئی قاصد اسوقت یہ پیغام لے کر آئے کہ میڈموازل ڈیلا کور مر گئی اور وہ دم آخر میں آپ کی دید کو ترستی تھی تو فرمایئے۔ آپ کے دل کا کیا حال ہو گا؟"

"بس! جوزف بس! اس سے زیادہ نہ کہو میں یہ اذیت برداشت نہیں کر سکتا۔" اور اتنا کہہ کر نوجوان امیر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور زار زار رونے لگا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو بہت خوشی ہوئی ناظرین میں خوشی کا لفظ قصداً استعمال کرتا ہوں کیونکہ یہ نظارہ واقعی میرے لئے باعث مسرت تھا۔ اس گفتگو کے دوران میں شروع سے آخر تک میں اس بات کی کوشش کرتا رہا تھا۔ کہ اس طرح کا اثر نوجوان ڈیوک کے دل پر پیدا کر دوں اور میرے الفاظ اس کے بے حس دل میں کسی طرح از سر نو طاقت احساس پیدا کر دیں اس کو لوسی کی خطرناک بیماری کے حال سے مطلع کر کے اس کے سینہ میں رنج و کرب پیدا کرنا اس سے کئی گنا بہتر تھا کہ اس کو مایوسی و افسردگی کی سابقہ غیر فطری حالت میں رہنے دیا جاتا چنانچہ میرے الفاظ نے وہی کام کیا جس کی مجھے خواہش تھی یعنی پتھر کی چٹان پھٹ گئی اور اس سے پانی کا چشمہ بہ نکلا پس بحیثیت مجموعی میرا خیال تھا۔ کہ جو کچھ ہوا وہ ڈیوک کی اپنی بہتری کے لئے ضروری تھا۔

"جوزف جو کچھ تم نے کہا وہ میرے خیال میں۔ صحیح ہے" نوجوان ڈیوک نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "بے شک یہ میرا حق

نہیں کہ محض اپنی ذات کا خیال رکھوں میرے لئے دنیا کو ترک کرنا اسوقت تک غیر ممکن ہے۔ جب تک یوجینی کی ذات اس میں شامل ہے بے شک میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ اس مصیبت میں میرے پاس ہوتی تو نرم لفظوں میں میٹھی آواز سے مجھ کو تسلی دینے کی کوشش کرتی لیکن ... خداوندا کیا مصیبتیں تو نے پے در پے مجھپر نازل کی ہیں،" یہ کہتے ہوئے انداز وحشت سے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا" کیوں تو نے مجھے پیدا کیا تھا؟ کیا انہی صدموں کو دیکھنے کے لئے ....؟"

"موسیو لاڈیوک" میں نے آہستگی سے دو قدم آگے بڑھ کر ایک ہاتھ تھیوبالڈ کے شانہ پر رکھتے ہوئے کہا "معاف کیجئے یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ خدا سے اس کے ناقابل فہم طریقوں کا حال پوچھنا یہ انسان کا کام نہیں"

نوجوان ڈیوک نے جلدی سے میری طرف دیکھا۔ اب اس کے چہرہ پر انکسار و پشیمانی کے آثار نمودار تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے دبایا "بے شک تمہارا کہنا صحیح ہے" پھر اس نے کہا۔ "اوہ جوزف کس طرح آہستہ آہستہ تم مجھے میرے فرضوں کی تعلیم دے رہے ہو کاش تم اسوقت بھی میرے پاس ہوتے۔ جب اس خوفناک واردات کی اطلاع سب سے پہلے میرے کان تک پہنچی تھی۔ اس صورت میں وہ بھیانک خیالات جو اپنی ہولناک عفریت نما صورت میں میرے روبرو پیدا ہوئے یقیناً پیدا نہ ہوتے"

"اور اب موسیو لاڈیوک" میں نے یہ دیکھ کر۔ کہ میرے الفاظ نے نوجوان امیر کے دل پر بھی اثر کیا ہے جیسی کہ مجھے خواہش تھی آہستگی سے کہا۔ "آپ کو چاہیئے

کہ میڈموازل ڈیلاکورکو کوئی پیغام بھیجیں یا خود اس کی مزاج پرسی کے لئے جائیں۔"

"نہیں جوزف اپنی موجودہ حالت میں میں اس کے پاس جانے کی جرات نہیں کرسکتا" نوجوان ڈیوک نے مضطربانہ کہا "میرا یہ فعل صریحاً بہت نامناسب ہوگا اس مکان پر واپس آنے کے فوراً بعد جہاں اس طرح کی بہیانک واردات ہوئی ہے بہ حقیقتاً نامناسب ہوگا۔ کہ میں فوراً ہی اس سے ملنے کے لئے جاؤں البتہ تم میری طرف سے یوجینی کے مکان پر جاؤ اور اس کی خادمہ کی معرفت میری طرف سے اس کی حالت دریافت کرو۔ ساتھ ہی جوزف تم نے اس سے کہنا کہ میں کل سویرے ضرور اُس سے ملنے کے لئے آؤں گا" پھر جس وقت میں رخصت ہونے کے لئے پیچھے مڑ رہا تھا۔ تو اس نے آواز دی اور کہا۔

"سنو جوزف بالفرض اس کی بیماری اب بھی خطرناک ہو۔ یعنی کوئی فوری خطرہ اسکو درپیش ہو۔ تو اس صورت میں تم نے فوراً میرے پاس آنا پھر خواہ کچھ ہو میں اسی وقت اس کا حال دیکھنے کے لئے چلا جاؤں گا"

اس کے بعد میں چلا آیا۔ اور وقت ضائع کئے بغیر سیدھا اس مکان پر پہنچا۔ جسمیں میڈموازل ڈیلاکور رہتی تھی۔ لیکن میں نہیں جانتا اپنی اس وقت کی حالت کن لفظوں میں بیان کروں جب میں نے پاس جاکر دیکھا۔ کہ مکان کے دروازے اور جھلملیاں سب بند ہیں! ان منحوس علامات کو دیکھ کر میرا دل سینہ کے اندر ڈوب گیا۔ استفسار لاحاصل تھا تو بھی از روئے احتیاط میں نے دریافت حال ضروری سمجھا۔ لیکن جواب وہی ملا جو میرے بدترین اندیشوں نے۔ پہلے ہی دے رکھا تھا۔ یعنی معلوم ہوا کہ یوجینی مر گئی!

باب - ۸۷

نوحۂ غم

اپنے لمبے دور ملازمت میں مجھے کئی طرح کے موقعے ناخوشگوار فرائض سرانجام
دینے کے پیش آئے تھے لیکن اس طرح کے رنج دہ فرائض جن کو پورا کرنا میرے لئے
حقیقتاً جانکاہ اور روح فرسا تھا لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ اس طرح کا رنجدہ
جگر پاش فرض جب یا اب قدرت نے میرے ذمہ ڈالا یعنی بدنصیب لفنیو یارڈ
کو یوجینی کی موت سے خبردار کرے گا۔ اس سے پہلے کبھی مجھ کو پیش نہ آیا تھا
محل کی طرف واپس جاتے ہوئے میں اس طرح نیم بے خبری کی حالت میں
چلتا تھا۔ جیسے کوئی شخص سوتے میں چلا جاتا ہو۔ اگر کوئی بھاری مصیبت
میرے اپنے سر پر نازل ہوتی تو شاید میں اس کو بھی اپنی موجودہ حالت پر
قابل ترجیح سمجھتا۔ اچھی طرح یاد ہے۔ کہ ایک بار میں نے یہ سوچتے ہوئے۔ کہ
اس اطلاع کا نوجوان ڈیوک کے دل پر کیا اثر ہوگا۔ ایک لمحے کے لئے
آنکھیں بند کرلیں۔ گویا اس ذریعہ سے اس بھیانک خیال کو جو میرے
دل میں پیدا ہوا ذہن سے خارج کرنا چاہتا تھا۔ محل کے قریب جاکر میں نے
اپنی رفتار بھی کم کردی تھی کہ میں یہ خواہش کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ میرا قیام
ڈیوک کے مکان سے میلوں دور ہوتا تو بہتر تھا۔ تاکہ مجھے اس آزمائش
سے فوراً ہی گذرنے پر مجبور نہ ہونا پڑتا۔

پھاٹک سے گذر کر صحن میں داخل ہو رہا تھا۔ تو خیال آیا کہ میں اگر اس
اطلاع کو نوجوان ڈیوک کے نانا مارشل کے ذریعہ سے اس کے کانوں تک
پہنچاؤں۔ تو زیادہ مناسب ہوگا۔ لیکن پھر سوچ آئی۔ کہ میڈموازل کی

مزاج پرسی کا فرض چونکہ میرے ذمہ ڈالا گیا تھا۔ اس لئے جواب لے کر واپس جانا بھی میرا فرض تھا۔ پس میں رکتی ہوئی چال اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کمرہ کی طرف گیا۔ جس میں میں نے پینسٹر ڈیوک کو چھوڑا تھا۔ اور جس میں وہ اسوقت تک میری واپسی کا منتظر تھا۔ وہ اپنی کہنیاں میز پر ٹیکے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے بیٹھا تھا۔ اس کی حالت ظاہر کرتی تھی۔ کہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے میرے اندر آنے کی آواز بھی نہیں سنی میں دبے پاؤں چلتا میز کے پاس گیا۔ اور جب میں نے بعد اپنا ہاتھ آہستہ سے اس کے شانہ پر رکھا۔ تو اس نے گردن اٹھائی اور میرے منہ کو تکنا شروع کیا۔ مگر اتنی گہری افسردگی اور مایوسی اس کی نگاہ میں شامل تھی اور اس کے چہرہ کی عام حالت معمول سے اسقدر بدلی ہوئی تھی کہ مجھ کو فوراً ہی وحشت معلوم ہونے لگی اور میں یہ سوچکر ڈرا۔ کہ شاید اس کے دماغ میں خلل آ گیا۔ اور اس کے حواس بالکل جواب دینے لگے ہیں۔

"کیوں جوزف" اس نے ایک عجیب طرح کے سرد لہجہ میں پوچھا۔ "بتاؤ تم کیا چاہتے ہو!... آہ یاد آ گیا۔ تم یوجینی کی خبر لانے گئے تھے۔ بتاؤ اس کا کیا حال ہے؟" اور میں نے دیکھا کہ یہ کہتے ہوئے آن واحد کے لئے اس کے چہرہ پر پھر ایک نا گفتہ بہ اہانت کے آثار نمودار ہو گئے۔

"ہاں موسیو لا ڈیوک میں اسی کام کے لئے گیا تھا لیکن...!" میں کہتا کہتا رک گیا گو میری آواز اتنی افسوسناک اور میرے چہرہ پر مایوسی کے اتنے گہرے آثار نمودار تھے۔ کہ میرا خیال ہے اس نے میرے لفظوں کے بغیر ہی محض ان آثار سے اصل حقیقت معلوم کر لی۔

"بس جوزف میں سمجھ گیا!" یکایک اس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اسکے چہرہ پر پھر وہی مایوسی اور افسردگی کی جھلک پیدا ہو گئی۔ جو میری آمد کے وقت اس پر تھی "میں بخوبی سمجھ گیا کہ تم کیا خبر لائے ہو۔ یوجینی مر گئی۔ اس کی اطلاع تمہارے چہرہ پر موجود ہے۔ میرا اپنا خیال یہی تھا کہ ایسا ہوگا۔ کوئی غیبی آواز بار بار مجھ سے کہتی تھی۔ کہ اسی طرح ہوگا۔ اگر میرے دل میں کوئی احساس باقی ہوتا تو یقیناً مجھے اس اطلاع کو پاکر خوشی حاصل ہوتی کیونکہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی جو مصیبتوں کا گھر ہے اور جس میں راحت و آرام کا نام و نشان بھی نہیں آہ یوجینی۔ پیاری یوجینی اب ہم دوسری اور بہتر دنیا میں ملیں گے۔ ہماری ملاقات آسمان پر ہی ہوگی۔ کیونکہ اس قسم کی محبت جو ہمیں ایک دوسرے سے تھی۔ ایسے پاک مقامات کے لئے ہی مخصوص ہے وہ ایک اس طرح کی پاکیزہ محبت تھی۔ جو اس مادی دنیا میں زیب نہیں دیتی آہ پیاری اب تو آسمان پر فرشتہ بن کر اس بلندی سے میری طرف تکتی ہے۔ جہاں میری اپنی روح جلد تر پہنچنے کو بے تاب ہے اور اگر اسوقت میں خدا سے کوئی دعا مانگنا چاہتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ اب میری بے چین روح بھی عرصہ دراز تک اس دنیا کے فانی تعلقات میں بند ہی ہوئی نہ رہے۔۔۔"

اس کے لہجہ اور آواز میں عجیب طرح کا درد شامل تھا۔ فی الحقیقت یہ آواز اس کی موجودہ مایوسانہ حالت کے عین مطابق تھی میں نے جہاں تک ممکن تھا۔ اسکو تسلی دینے کی کوشش کی لیکن جو شخص دنیاوی علائق سے اس طرح دل برداشتہ ہو چکا ہو۔ اس کے روبرو تسکین و تسلی کے الفاظ کہنا ہی داخل تضحیک تھا نوجوان ڈیوک میرے لفظوں کو چپ چاپ سنتا رہا اس وقت اس کی آنکھیں میرے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ تاہم مجھ کو معلوم تھا کہ اس کے کان میری باتوں پر

لگے ہوئے نہیں ہیں اور اس کے خیالات کی رو بہت دور پہنچی ہوئی ہے۔ مجبور ہو کر میں اس کے کمرہ سے باہر نکلا۔ اور اس نئے سانحہ کی خبر دینے مارشل کے پاس گیا۔

"اوہ موسیو لاکونٹ" میں نے مارشل کے پاس جا کر کہا۔ کیونکہ جیسا ناظرین کو یاد ہوگا۔ اُسے کونٹ کا خطاب حاصل تھا۔ "میں اس بے جا دخل اندازی کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ لیکن ایک اشد ضروری معاملہ ہے جس کی اطلاع آپ کو پہنچانا میرا فرض تھا۔ دراصل نوجوان ڈیوک . . ."

"ہاں کہو۔ ڈالورگ کو کیوں گئے؟"

"سرکار میڈموازل ڈیلاکور مر گئی"۔ میں نے جواب دیا۔

"آہ مر گئی"! مارشل نے مضطربانہ کہا اور اس کے بعد افسوسناک لہجہ میں تقریر جاری رکھ کر وہ کہنے لگا۔ "جوزف میں تمہارا مطلب سمجھ گیا غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس واقعہ کی اطلاع بھتیجو بالڈ کے کانوں تک پہنچ گئی ہے اور اس نے اس پر ایسا اثر پیدا کیا ہے۔ جس سے اس کے ذہنی قوا میں فتور آنے کا اندیشہ ہے بیشک تمہارا یہ خیال صحیح ہے۔ اس کے حواس پہلے ہی بجا نہ تھے۔ اب اس نئے واقعہ کی اطلاع اس پر اور زیادہ مضر اثر پیدا کرے گی پس ہمیں لازم ہے۔ کہ اس کی نگرانی کرتے رہیں گو یہ عمل اس طریقہ پر ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس بارہ میں بالکل لاعلم رہے مجھ کو یقین ہے کہ وقت رفتہ رفتہ ان زخموں کو مندمل کر دے گا۔ جو حال کی مصیبتوں نے پیدا کئے ہیں"

"موسیو لاکونٹ" میں نے پرخیال انداز سے کہا۔ "آپ کی رائے میں ڈیوک کا اس گھر کے اندر رہنا واجب اور درست ہوگا؟"

"جوزف میں نے پہلے ہی اس سوال پر غور کیا ہے"۔ مارشل نے جواب دیا۔ "اُس کے علاوہ میں نے اس کے متعلق بھتیجو بالڈ سے گفتگو بھی کی تھی۔ مگر اس نے کوئی فیصلہ کن جواب نہیں دیا۔ کل وہ خاندانی قبرستان میں اپنی ماں کی قبر دیکھنے

جائے گا۔ اور اس کے بعد اس کی خواہش باپ کے جنازہ میں شامل ہونے کی ہے۔
ان دو کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میرا ارادہ اسے اپنے ساتھ دیہات کو لیجانے
کا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اس کے ساتھ چلو کیونکہ اس کو تمہارے ساتھ
دوستانہ محبت پیدا ہو گئی ہے...."

میں اس بارہ میں کلمہ اعتراض پیش کرنے کی جرات نہ کر سکا۔ کیونکہ گو میری اپنی
خواہش اب اس گھر کی ملازمت ترک کر دینے کی تھی تاہم موجودہ حالت میں نوجوان
ڈیوک کو تنہا چھوڑنا بھی میری رائے میں نامناسب تھا۔ مارشل نے بیان کیا کہ میں
اس بارہ میں مناسب انتظامات کر دوں گا۔ کہ جس کمرہ میں تھیو بالڈ سوتا ہے۔ تم
اس کے قریب ہی سویا کرو۔ اس کے بعد وہ اس کمرہ میں چلا گیا۔ جہاں تھیو بالڈ تنہا
بیٹھا تھا۔ اس روز شام کو پھر ایک بار مارشل سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو اس نے مجھ
سے کہا۔

"جوزف میں نے تھیو بالڈ سے ذکر چھیڑا تھا اس نے یہ بات منظور کر لی ہے۔
کہ تم اس کے پاس رہا کرو پھر میں نے یہ بھی اس سے کہا تھا کہ تم اپنے سونے کے
لئے کوئی ایسا کمرہ منتخب کرو جس سے ملحق جوزف کے سونے کا کمرہ ہو مگر اس کے
متعلق اس نے جواب دیا۔ کہ میں جس کمرہ میں ہمیشہ سے رہتا چلا آیا ہوں وہیں
آئندہ بھی رہوں گا۔ خیر اس کمرہ کے عین نیچے ایک کمرہ اور ہے۔ اور میں چاہتا
ہوں کہ تم رات کو اس میں سویا کرو۔ مجھ کو یقین ہے کہ اس ہمدردی کی وجہ سے
جو تمہیں اپنے بدنصیب نوجوان آقا سے ہے تم اس بات کو داخل زحمت نہ
سمجھو گے۔ کہ پہلی رات بیدار رہ کے اس کی نقل و حرکت کا خیال رکھو تاکہ اگر
اس کو نیند نہ آئے۔ اور تم اس کے اپنے کمرہ میں بےتابانہ ٹہلتے پھرنے کی آواز
سنو۔ تو کسی بہانہ سے اوپر جا کر اس کو تسلی دو۔ یا اگر ضرورت پیش آئے۔ تو مجھے

آکر جگا دو۔۔۔"

میں نے اس بارہ میں تعمیل احکام کا وعدہ کیا اور اس کے بعد اس خیال سے شاگرد پیشہ میں چلا گیا۔ کہ خادماؤں سے کہہ کر وہ کمرہ صاف کراؤں۔ جس میں رات کے وقت مجھے سونا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ کمرہ عرصہ دراز سے غیر مستعمل پڑا ہے ایک عرصہ سے کوئی شخص اس میں نہیں سویا اس لئے جو پلنگ اس میں رکھا تھا۔ اس میں پردے وغیرہ لگے ہوئے نہ تھے۔ چونکہ رات زیادہ جا چکی تھی اس لئے اس بارہ میں کوئی فوری انتظام بھی غیر ممکن تھا البتہ نوکرانی نے وعدہ کیا۔ کہ کل ہر ایک چیز درست کر دی جائیگی۔ میں نے اس کو بتایا کہ مجھے ان آسائشوں کی چنداں پرواہ نہیں اور میں بغیر پردوں کے ہی ایک رات بسر کر لوں گا۔ اتنے میں گھنٹی کی آواز سنائی دی جس سے معلوم ہوا۔ کہ ڈیوک اپنے کمرہ میں سونے کے لئے چلے گئے۔ پس میں بھی ضروری خدمات سرانجام دینے اس طرف گیا لیکن وہاں جا کر دیکھا۔ تو نپولین بالڈ کے چہرہ پر وہی گہری مایوسی اور افسردگی کی جھلک اب تک موجود تھی اور اس کی بے خوشی درجہ انتہا کو پہنچی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اس بارہ میں کچھ گفتگو شروع کی کہ انسان کو چاہیئے۔ مصیبت میں استقلال کو ہاتھ سے نہ دے اور خدا کی طرف سے جو آفات ہم پر نازل ہوں ان کو خوشی سے برداشت کرے۔ ڈیوک نے ہر چند میری باتوں کو سنا تاہم ان سے اس کی سرد مہری میں بالکل فرق نہ آیا اور میں اس رنجدہ نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ کہ جو اثر میں نے اپنی باتوں سے چند گھنٹے پیشتر اس کے دل پر پیدا کیا تھا۔ وہ اب بالکل زائل ہو چکا ہے اس کا لہجہ عنایت آمیز اور دوستانہ تھا۔ اور میں جب تک اس کے پاس کمرہ کے اندر رہا اس نے کوئی ادنے کام جیسا نوکر عموماً کیا کرتے ہیں۔ مجھے کرنیکے

لئے بھی نہیں کہا تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس کی افسردگی اور مایوسی پہلے سے کم نہیں۔ بلکہ اور زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ آخر کار جب کپڑے اتروانے کا عمل ختم ہوا۔ تو اس نے ایک ڈریسنگ گون پہن لی اور کہا "جوزف میں آرام کرنے سے پیشتر تھوڑی دیر یوجینی کی بعض چٹھیوں کو پھر ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں سو جاؤں گا"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی تھوڑی دیر یہیں آپ کے کمرہ میں حاضر رہنا چاہتا ہوں" میں نے اس پر کہا "جب آپ سونے لگیں گے تو میں رخصت ہو جاؤں گا"

"نہیں" ڈیوک نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا "اس کی ضرورت نہیں۔ علاوہ بریں میں تھوڑا عرصہ تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے۔ کہ یوجینی کی ان چٹھیوں کو پڑھتے ہوئے اپنا دھیان اسپر جمائے رکھوں اور اس طرح ہماری روحیں پھر ایکبار آپس میں ملیں۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ میں اس کمرہ میں تنہا بیٹھ کر ان خطوں کو دیکھوں اس لئے میرے عزیز دوست تم جاکے آرام کرو ممکن ہے صبح کو جس وقت تم آؤ تو ....."

وہ کہتا کہتا رک گیا۔ اور میں نے اپنے طور پر فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہا:

"خدا کرے کہ میں جس وقت صبح کو یہاں آؤں تو آپ وہ صبر و سکون حاصل کر چکے ہوں جس کی فی الحال آپ کو ضرورت ہے۔ میری دعا ہے۔ کہ خدا آپ کو ان مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی ہمت دے"

اس نے رخصتی مصافحہ کیا جس کے بعد میں وہاں سے آ گیا سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ تو مارشل نے اشارہ سے مجھے اپنے کمرہ میں بلایا۔ جو اسی منزل پر واقع تھا جس میں رات کو مجھے سونا تھا۔

"کیوں تم نے دیکھا تھیو بالڈ کا حال اب کیسا ہے؟" اس نے بیتابانہ پوچھا۔
"موسیو لاکونٹ" میں نے جواب دیا "میں نہیں جانتا اس بارہ میں کیا عرض کروں موسیو لاڈیوک کے چہرہ پر گہری مایوسی اور افسردگی کی ایسی جھلک موجود ہے جسے میں نظر تشویش سے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ زار زار رونے لگتے تو ان کے دل کا جوش اس ذریعہ سے خارج ہو جاتا۔ اور یہ حالت ان کی موجودہ حالت کے مقابلہ میں یقیناً قابل ترجیح ہوتی یا اس سے بھی زیادہ مبارک یہ بات ہوتی کہ وہ ایک سچے عیسائی کی طرح ہر قسم کی مصیبتوں کو مردانہ وار برداشت کرتے لیکن یہ دونوں باتیں ان کی حالت میں مفقود ہیں"
"جوزف میں سخت حیران ہوں کہ ہمیں اس موقع پر کیا کرنا چاہیئے"۔ مارشل نے سوچ سوچکر کہا "اگر میں نے اس بات پر اصرار کیا۔ کہ کوئی آدمی ہر وقت اسکے پاس رہے تو اس سے ثابت ہوگا۔ کہ ہمارے دلوں میں کسی طرح کے اندیشے جاگزین ہیں اور اس سے ممکن ہے ڈیوک کی حالت میں اصلاح کی بجائے کوئی نئی خرابی پیدا ہو۔ پس بہتر یہی ہوگا۔ کہ جیسا میں نے پیشتر صلاح دی تھی۔ تم غائبانہ اس کی نقل و حرکت کا خیال رکھو۔ مجھ کو امید ہے کہ یہ حالت رفتہ رفتہ گذر جائیگی۔ اور غریب لڑکا کسی ایسے مجنونانہ فعل کا مرتکب نہ ہوگا جس کا ہمیں اندیشہ ہے!"
مارشل سے رخصت ہو کر میں اپنے کمرہ میں گیا۔ اور بیٹھ کر سننے لگا۔ قریباً ایک گھنٹہ اوپر کی چھت پر نوجوان ڈیوک کے ادھر ادھر پھرنے کی آواز سنائی دیتی رہی اس کے بعد آواز آنی بند ہو گئی۔ اسوقت میں دبے پاؤں زینہ پر چڑھا اور دروازہ کے ساتھ کان لگا کر سننے لگا۔ شروع میں اتنی گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہ مجھے بے اختیار سردی کا احساس ہونے لگا۔ لیکن فوراً ہی مجھے ڈیوک کے آہنگ دار سانس کی آواز سنائی دی۔ اس سے میرے جی کو پھر ایک بار سکون

ہوا۔ میں تھوڑا عرصہ دروازہ کے ساتھ لگ کر آوازیں سننے کی کوشش کرتا رہا۔ اور جب اس کے بعد وہاں سے لوٹا تو اس بارہ میں پوری طرح مطمئن تھا۔ کہ نوجوان ڈیوک آرام کی نیند سوتا ہے۔ نیچے اُترا تو مارشل اپنے کمرہ کے دروازہ میں کھڑا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے میرے پاؤں کی آواز سن لی تھی۔ اور چونکہ وہ خود گہری تشویش میں تھا۔ اس لئے میری زبانی تازہ حالات سننے کے لئے باہر نکلا تھا۔ میں نے سب حال بیان کر کے اس کا اطمینان کرایا۔ اور وہ خوش ہو کر کہنے لگا۔ "جوزف اس کا آرام کے ساتھ سونا بہت مبارک فال ہے۔ اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ صبح تک اس کی حالت میں نمایاں اصلاح ہو جائیگی۔"

میری اپنی دعا بھی تھی۔ تو بھی امر واقعہ ہے۔ کہ اپنے کمرہ میں واپس جا کر میں فوراً ہی سونے کی تیاری نہ کر سکا۔ وہیں پلنگ کے سرے پر بیٹھا میں بڑی دیر تک اوپر کی چھت پر ڈیوک کی نقل و حرکت کی آواز سننے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن جب آدھی رات گذر گئی اور کسی قسم کی آواز سنائی نہ دی نیز میں نے دیکھا۔ کہ وہ لیمپ جو میرے کمرہ میں جل رہا تھا بجھنے کے قریب ہے تو میں نے بھی کپڑے اتار دیئے اور چارپائی پر لیٹ گیا۔

بڑی دیر تک نیند نہ آئی کئی طرح کے رنج دہ خیالات دل میں پیدا ہو رہے تھے لیکن آخر کار بتدریج غنودگی پیدا ہونی شروع ہوئی خیالات نے الجھی ہوئی صورت اختیار کی ہلکی سی دھند آنکھوں کے سامنے چھانے لگی اور اس کے بعد میں سو گیا۔ یاد نہیں کب تک اس حالت میں سوتا رہا بہرحال جب آنکھ کھلی تو کمرہ میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سوچنے لگا کیوں میری آنکھ پیش از وقت کھل گئی؟ نہ کوئی ہیبتناک خواب نظر آیا تھا۔ اور نہ جہاں تک یاد تھا کوئی غیر معمولی آواز ہی سنائی دی تھی۔ چنانچہ اب بھی میں نے کان لگا کر سُنا۔

تو پھر اسکوت چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ البتہ رفتہ رفتہ میں نے معلوم کیا۔ کہ میری قمیض
کا وہ حصہ جو اوپر کی طرف تھا بھیگا۔ اور میری چھاتی کے ساتھ چپکا ہوا ہے میں نے
ہاتھ لگا کر دیکھا بے شک وہ جگہ تر تھی۔ پھر عین اسوقت جب میرا ہاتھ اس مقام پر
رکھا ہوا تھا۔ کوئی چیز اس طرح ہاتھ کی پشت پر آ کر گری۔ جس طرح پانی کی بوند اونچائی
سے گرتی ہے۔ اس سے ایک عجیب طرح کی وحشت میرے دل میں پیدا ہونی
شروع ہوئی سردی کی تیز لہر بدن میں پھر گئی اور قریباً ایک لمحہ کے عرصہ
تک میں بے حرکت اسی حالت میں لیٹا رہا۔ دفعتاً ایک بوند اور میرے ہاتھ
پر آ کر گری جواب اس طرح بے حس تھا۔ گویا اس پر فالج گر چکا ہو رات کے
اندھیرے میں اس پر اسرار واقعہ نے اتنا گھبرا خوف مجھپر طاری کیا۔ کہ میں
بمشکل اس چیخ کو ضبط کر سکا۔ جو میرے منہ سے نکلا چاہتی تھی۔ بڑی جرأت
کر کے میں نے دوسرے ہاتھ سے داہنے ہاتھ کو چھوا۔ بے شک وہ گیلا تھا
لیکن پانی سے نہیں۔ کسی گاڑھی اور چپچپی چیز سے! میں عالم وحشت میں
بے تابانہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد حالت اضطراب میں دیا سلائی
تلاش کرنے لگا۔ بڑی دقت سے اس کی ڈبیہ ملی۔ اور جب آخر کار میں نے دیا
سلائی جلا کر دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ میری قمیض اور داہنا ہاتھ دونوں خون سے
تر ہیں! دوسری تیلی جلا کے اوپر کی طرف نظر ڈالی تو عین میری چارپائی کے اوپر
چھت کے وسط میں ایک چوڑا سیاہی مائل نشان دکھائی دیا۔ جس سے
تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک بوند ٹپ سے نیچے گرتی تھی۔ اس سے ان بد
ترین اندیشوں کی جو مبہم اور غیر واضح صورت میں دل میں پیدا ہو رہے تھے۔
فوراً تصدیق ہو گئی۔ دیوانہ وار اپنے کمرہ سے نکل کر میں اس کمرہ کی طرف دوڑا
جس میں مارشل پڑا سوتا تھا۔ یاد نہیں حالت جوش میں کیا الفاظ منہ سے

نکلے۔ بہر حال وہ دہشت۔ اور سراسیگی کا مجموعہ تھے۔ اور ان سے بڑے فوجی سردار کو اس بات کا علم ہو گیا۔ کہ کوئی سانحہ عظیم پیش آیا ہے ؎

ایک دستی لالٹین مارشل کے کمرہ میں جل رہی تھی۔ اسے ہاتھ میں لے کر ہم دونوں آگے پیچھے بے تحاشہ سیڑھیوں پر چڑھنے لگے ڈیوک کے کمرہ کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ مگر میں نے اس زور سے ٹکر ماری کہ وہ فوراً کھل گیا اس وقت جو نظارہ اس کمرہ میں دکھائی دیا... اُف! رحم خدا! میں نہیں جانتا۔ اس کا حال کن لفظوں میں بیان کروں۔ بڈھے مارشل کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی اور میں خود بھی اس چیخ کو جو عالم بے اختیاری میں میرے منہ سے نکلا چاہتی تھی بمشکل ضبط کر سکا۔ معلوم ہوا کہ بدنصیب تھیو بالڈ نے اپنی زندگی کا اپنے ہاتھوں خاتمہ کر لیا! اس کا گلا حقیقی معنوں میں ایک کان سے دوسرے تک کٹا ہوا تھا۔ اور اس کی سرد لاش فرش زمین پر پڑی تھی۔ چنانچہ وہ اسی کا خون ہستی تھا جو کمرہ کے چوبی فرش پر بہتا ہوا... درز کی راہ سے نچلے کمرہ میں میری چھاتی اور ہاتھ پر گرا تھا۔ اسی وقت سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ کچھ آدمی ڈاکٹروں کو بلانے کے لئے دوڑے گئے لیکن ان کی آمد بے سود تھی کیونکہ ڈیوک کا جسم بالکل ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

چند دن کے عرصہ قلیل میں جو سانحات عظیم خاندان پالن کو پیش آئے تھے۔ یہ ان سب سے زیادہ افسوسناک اور جگر پاش تھا۔ بیچارہ تھیو بالڈ! کس طرح وہ عین عالم شباب میں بار مصائب سے کچل کر اپنے ہاتھوں جان ضائع کر گیا! مگر میں نہیں چاہتا۔ کہ اس رنجدہ واقعہ کی دردناک تفصیلات بیان کروں۔ اس لئے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ پندرہ دن کا عرصہ اس سانحہ جگر پاش کے بعد گذر گیا۔ اس عرصہ میں نوجوان ڈیوک کی لاش سپرد خاک کر

کہ بیگمی بدنصیب مارشل بھی جس کے شانے حال کی آفتوں کے بوجھ سے حقیقی معنوں میں جھک گئے تھے اور جو دنوں میں کئی سال کا بڈھا ہوگیا تھا اپنے بیاتی مکان کو رخصت ہوگیا۔ اور میں پھر ایک بار بیکار رہ گیا۔ اس میں شک نہیں مارشل نے مجھے اپنی ملازمت میں لینے کی بہت خواہش کی تھی۔ مگر میں نے بادب شکریہ کے ساتھ انکار کردیا تھا۔ کیونکہ میرے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی۔ کہ ہر وقت اس آدمی کے پاس موجود رہوں۔ جس کی نگاہ اور الفاظ سے ہر لحظہ ان خوفناک واقعات کی یاد تازہ ہونا لازم تھا۔ جن کا بدقسمتی سے مجھے عینی شاہد بننا پڑا۔ بس میں نے دوسرے نوکروں کو سلام کیا۔ اور خاندان پالین کے عالی شان مکان سے رخصت ہوگیا۔ ضمناً یہ بیان کرنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ ڈیوک کا مغرور خطاب اب ایک خورد سال بچہ کے حصہ میں آیا تھا۔ جو خدا جانے کب اور کس زمانہ میں اس کی شان کو سمجھنے کے قابل ہوگا۔

محل سے رخصت ہوکر میں ایک کرایہ کے مکان میں رہنے لگا۔ اور چونکہ واقعات حال نے میرے دل کو سخت پریشان کردیا تھا۔ اس لئے فوراً ہی تلاش روزگار کی کوشش نہ کی۔ فی الحقیقت اتنا بھاری ذہنی صدمہ ان واقعات سے مجھے پہنچا تھا۔ کہ میں ایک ڈاکٹر سے مشورہ کرنے پر مجبور ہوا۔ جس نے مجھکو صلاح دی کہ تم تھوڑے عرصہ کے لئے پیرس سے باہر چلے جاؤ۔ یا زیادہ بہتر ہو کہ ہمیشہ کے لئے اس شہر کو خیرباد کہو۔ میرے پاس کم و بیش ساٹھ پونڈ نقد تھے۔ جنمیں سے کچھ تو میری تنخواہ کی بچت اور کچھ اس زر امداد کا حصہ تھا۔ جو غم نصیب مارشل نے مجھے رخصت کرتے وقت دیا۔ پہلے مجھکو خیال آیا۔ کہ انگلستان واپس چلوں۔ لیکن پھر سوچ پیدا ہوئی۔ کہ سر ہنتھیو ہیسلٹین نے جو شرط عاید کی تھی۔ اس کے مطابق میرا وقت مقررہ سے پہلے واپس

جانا غیر مناسب ہوگا۔ پس میں نے ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کر کے پیرس کو الوداع
کہی اور بلجیم کا سفر اختیار کر کے برسلز پہنچا۔ قریباً ڈیڑھ مہینہ اس شہر میں قیام
کر کے میں نے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے کی کوشش کرتے
ہوئے اخراجات میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لیا۔ ورزش کرنی شروع
کی۔ دل کو اور اور باتوں کی طرف لگایا۔ گو اس کے باوجود عملی طور پر یہ کام اتنا
سہل ثابت نہ ہوا جتنا سمجھا جا سکتا ہے۔ اس دہشت ناک زمانہ کے اثرات گہرے
اور طبیعت پر اس درجہ غالب آ چکے تھے کہ میں بار ہا راتوں کو چونک چونک کر
اٹھتا۔ بسا اوقات قاتل ڈیوک مقتول ڈچیس اور بدنصیب تھیوبالڈ کی لاشیں
نظروں کے سامنے سے گذر جاتیں راتوں کو بھیانک خواب دکھائی دیتے۔ اور
میں جب چیخ مار کر اُٹھتا تو پریشانی عرق آلود ہوتی تھی۔ لیکن اس دنیا کی
ہر ایک چیز کی طرح یہ اثرات بھی رفتہ رفتہ زائل ہونے شروع ہو گئے حتیٰ
کہ میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ کوئی نئی ملازمت تلاش کر کے منظر کی
تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اب میری آرزو کسی ایسے مرد تنہا یا کنبہ دار کی ملازمت کرنے کی تھی۔ جو
سیر و سیاحت کا شایق ہو۔ کیونکہ میں چاہتا تھا۔ کہ انیل کے مخبوط الحواس
نانا کی ہدایات کے مطابق جہاں تک ممکن ہو ملک یورپ کا سفر کر لوں اس
سے شرط بھی پوری ہو جائے گی۔ اور جی بھی بہلا رہے گا۔ چونکہ وسط اکتوبر
کے ایام تھے اور موسم سرما خزاں پر غالب آنے لگا تھا۔ اس لئے میرا خیال
تھا۔ کہ ضرور کوئی ایسا شخص مل جائے گا۔ جو اٹلی یا فرانس کے اضلاع جنوب
کا عزم سفر رکھتا ہو اور میں اس کے ساتھ اس کے خرچ پر سیر و سیاحت
کر سکوں۔ اس مطلب کے لئے میں بڑے بڑے ہوٹلوں کے دربانوں سے

سے جاکر ملا۔ کیونکہ ان کی زبانی کافی معلومات حاصل ہونے کی امید تھی۔ چنانچہ مجھکو بتایا گیا۔ کہ فلاں ہوٹل جسمیں انگریز سیاح ٹھیرتے ہیں۔ اس میں تلاش کرنے سے غالباً اس قسم کی ملازمت ملجائے گی۔ آخر ایک دن گیارہ بجے کے عمل پر میں اس ہوٹل میں گیا۔ اور دربان سے مل کر ذکر چھیڑا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک صاحب کپتان ریمنڈ انگلستان کے رہنے والے اس ہوٹل میں مقیم ہیں۔ اور ان کا ارادہ آتی سردیاں اٹلی میں گذارنے کا ہے ان کو ایک نوکر کی تلاش ہے۔ اس لئے امید ہے وہاں کام بنجائے۔ ان حالات سے جو مجھ کو بتائے گئے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کپتان ایک مرد خوش اوقات ہے اور اس کی شاہ خرچی سے پایا جاتا ہے۔ کہ دولتمند بھی خوب ہے۔ اس وقت وہ دو تین دوستوں کے ساتھ ناشتہ پر بیٹھا تھا۔ مگر اس نے دربان کو ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ اگر کوئی شخص تلاش ملازمت کے لئے آئے۔ تو اس کو میرے پاس بھیجدیا جائے میری درخواست پر دربان نے ہوٹل کے ایک ویٹر کو طلب کیا۔ جو مجھے اوپر کی منزل پر لے گیا۔ اسجگہ مجھکو باہر کھڑا کر کے وہ خود اطلاع کرنے اندر گیا۔ مگر اس عرصہ میں کہ میں باہر کھڑا انتظار کر رہا تھا ہنسی قہقہہ کی پرجوش آوازیں اس کمرہ سے آتی سنائی دیں۔ جسمیں ویٹر گیا تھا۔

فوراً ہی باہر آکر اس نے مجھے اندر چلنے کو کہا۔ میں نے تعمیل کی اور اندر جا کے دیکھا۔ کہ چار مرد شریف ایک چوڑی میز کے گرد بیٹھے ہیں۔ جس پر شامپین کی متعدد بوتلیں اور نفیس کھانے چنے ہیں۔ ہر چند ناشتہ کا وقت تھا۔ تاہم میں نے دیکھا۔ کہ چائے یا قہوہ کے مقابلہ میں شراب کی مانگ بہت تھی میرے لئے ان شخصوں میں کپتان ریمنڈ کو پہچاننا بہت مشکل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ ڈریسنگ گون اور سلیپر پہنے بیٹھا تھا۔ حالانکہ باقی تینوں آدمی سوٹوں میں ملبوس تھے

کپتان قریباً ۵۰ سال عمر کا لمبا تڑنگا جوان تھا۔ سر کے بال کالے اور مونچھیں گھنی اور چمکیلی تھیں۔ اس کے ساتھی کمسن نوجوان تھے جنہوں نے بڑھیا لباس پہنے ہوئے اور شکل و صورت سے خوش میش دکھائی دیتے تھے۔ مخفی نہ رہے کہ میزبان اور تینوں مہمان سب کے سب انگریز تھے۔

"ہاں تو یار ہارکٹ" کپتان ریمنڈ نے میرے داخل ہونے کے بعد کہا۔ "وہ کیا ذکر تھا جو بیچ میں رہ گیا۔ شاید تم کہہ رہے تھے کہ میں پچاس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ ہم یہ ایک درجن بوتلیں خالی کر سکینگے!"

"ہاں یہ میری شرط ہے۔ اور میں اب بھی اس پر قائم ہوں" شخص مذکورہ نے نوٹوں سے بھری ہوئی ایک پاکٹ بک میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی ریمنڈ میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ ہارکٹ سے شرط نہ باندھنا ورنہ ضرور ہار جاؤ گے"۔ مہمانوں میں سے ایک اور نے ہنستے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیشہ جیتا کرتا ہے۔ ابھی کل کا ذکر ہے۔ کہ ہم دونوں میں اس رجمنٹ کے ڈرم میجر کی اونچائی کے متعلق جسے ہم نے کوچ کرتے دیکھا تھا سو سو پونڈ کی شرط لگی تھی لیکن میں ہار گیا۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ شرط لگانے سے پہلے اپنے ہاتھ سے اس کو ناپ آیا تھا!"

"فضول! بالکل فضول!" مسٹر ہارکٹ نے کہا۔ "بھلا دلیر تم کیسی بھکی باتیں کرتے ہو... مگر ریمنڈ یہ نوجوان آیا کھڑا ہے۔ ذرا اس کا بھی خیال کرو۔"

"اوہ! آہ!" کپتان نے لاپروائی سے کہا پھر شامپین کا ایک گلاس ختم کرکے آہستگی سے میری طرف دیکھا اور پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"ہاں ٹھیرو"۔ مسٹر ہارکٹ نے جلدی سے کہا۔ "میں بیس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں۔ کہ اس نوجوان کا پہلا نام جان۔ جیمز یا ٹامس ان تینوں میں سے

ایک ہے۔ کیونکہ نوکروں کے عموماً یہی نام ہوتے ہیں!"

"چلو منظور" حاضرین میں سے اس شخص نے جو اب تک خاموش تھا۔ کہا "میں ہارکٹ کی طرف سے شرط لگاتا ہوں"

"اب بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟" کپتان رمینڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"ٹھیرو پورے نام کی شرط نہیں" ہارکٹ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "فقط پہلا نام بتانا دوسرے کا فیصلہ پیچھے کیا جائیگا"

"جی میرا پہلا نام جوزف ہے" میں نے آہستہ سے کہا۔

"لو صاحب موبرے نے بازی جیت لی" کپتان رمینڈ نے کہا۔

"اس طرح دوست دلیر تم دیکھ سکتے ہو" ہارکٹ نے اس نام کے مہمان سے مخاطب ہو کر کہا "میں کبھی کبھی ہار بھی جاتا ہوں" اور اس نے بازی کا روپیہ بڑی لاپرواہی سے اسی وقت ادا کر دیا۔ پھر اس کے بعد "خیر معلوم ہو گیا کہ اس نوجوان کا پہلا نام جوزف ہے اور یہ میرے خیال میں اس لحاظ سے اچھا ہے کہ ہم اسے بآسانی جو کہکر بلا سکتے ہیں لیکن ابھی اس کے آخری نام کا سوال باقی ہے میری رائے میں جوزف نام کے ساتھ دوسرا نام براؤن ٹامسن رابنسن لوکس سمتھ یا جنکنز ان چھ میں سے کوئی ایک ہوگا۔ منظور کرو۔ تو میں پانچ اور دو کی شرط اس پر بھی لگانے کو تیار ہوں"

"منظور ہے" موبرے نے کہا۔

"اچھا اب بتاؤ تمہارا دوسرا نام کیا ہے؟" کپتان رمینڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"ولمٹ" میں نے جواب دیا۔

"ہارکٹ پھر ہارا!" باقیوں نے یک زبان ہو کر کہا اور شرط کا روپیہ پھر ایک بار ادا کر دیا گیا۔

اس کے بعد حاضرین شراب نوشی میں مشغول ہو گئے اور تھوڑی دیر سکوت رہا آخر کار کپتان رمینڈ نے مجھ سے پوچھا "حال میں تم کس کے ہاں ملازمت کیا کرتے تھے؟"

میرے چہرہ پر بے اختیار رنج و غم کا بادل چھا گیا۔ یہ حالت دیکھ کر مسٹر ہارکٹ نے جلدی سے کہا "میں پانچ اور ایک کی شرط لگاتا ہوں کہ اس بیچارہ کو اس کی تنخواہ ادا نہیں کی گئی!"

"صاحب میں درخواست کرتا ہوں کہ اس مذاق کو چھوڑ دیئے" میں نے تنگ آ کر کہا۔

"ٹھیرو۔ میں پانچ اور دو کی شرط لگاتا ہوں۔ کہ جس شخص کے ہاں اس نوجوان نے آخری ملازمت کی ضرور اسکو پھانسی کی سزا دیگئی تھی!"

"منظور!" مسٹر ڈلیرز نے جلدی سے کہا اور پھر ایک بار پاکٹ بکیں نکال کر رکھدی گئیں۔

"مگر ٹھیرو اس میں ایک ضمنی شرط ادنیٰ ہے" ہارکٹ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا "ممکن ہے اسے گلوٹین[1] کیا گیا ہو!"

"اس صورت میں بنائے شرط یہ ہونی چاہیئے کہ اس شخص کو سزائے موت دیگئی تھی" ڈلیرز نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

---

[1] اس آلہ قتل کا نام ہے جس کے ذریعہ سے ملک فرانس میں ان مجرموں کا سر قلم کرتے ہیں۔ جن کے لئے سزائے موت تجویز ہو چکی ہو۔ (مترجم)

"صاحبو! میں نے اب سخت پریشان ہو کر کہا "میں اس دل لگی کو برداشت نہیں کر سکتا اس لئے معافی دیجئے۔ کہ فی الحال رخصت ہو جاؤں پھر کسی موقعہ پہ جب کپتان ریمنڈ تنہا ہوں گے تو آ جاؤں گا"

"ہاں ٹھیرو ایسی بھی کیا جلدی ہے" کپتان نے مسکراتے ہوئے کہا "کیا تم نے نہیں سنا کہ آج کا کام کل پر کبھی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ تمہاری شکل و صورت اچھی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا معاملہ بسہولت طے ہو جائیگا یہ صاحب میرے دوست ہیں۔ ان کو چھیڑ چھاڑ کی عادت ہے ذرا دل لگی کر لینے دو۔ عنقریب ہم معاملہ کی گفتگو کریں گے"

"سوال زیر بحث کے متعلق میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں میں ڈیوک ڈی پالن کے ہاں ملازم تھا جب پیرس میں رہا کرتے تھے" میں نے کہا "ڈیوک ڈی پالن" ہارکٹ نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تچ! تچ! جیت کے اتنا قریب ہوتے ہوئے ہارنا کسی قدر باعث رنج ہے اگر وہ چند دن اور زندہ رہتا تو یقیناً اس کو گلوٹین کیا جاتا اور اس صورت میں میری جیت لازمی ہوتی"

"بس! بس! اس ذکر کو جانے دو" کپتان ریمنڈ نے جلدی سے کہا "مضمون اس قسم کا ہے جو اس نوجوان کے لئے خوشگوار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اصل معاملہ کی طرف آتے ہوئے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کیا تمہارے پاس آخری ملازمت کی کوئی سند موجود ہے؟"

"جی ہاں ڈیوک آنجہانی کے وارد غہ کی لکھ کر دی ہوئی" اور یہ کہہ کر میں نے سند پیش کی۔

مگر ہارکٹ نے جلدی سے یہ کاغذ کپتان ریمنڈ کے ہاتھ سے لے لیا اور

اسے میز پر الٹا رکھتے ہوئے کہنے لگا "میں دس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ اس میں پانچ لفظ ایسے ہیں جن میں ہجوں کی غلطی ہے"!

"چلو میں یہ شرط بھی منظور کرتا ہوں" مسٹر موبرے نے کہا۔ جس کے بعد کاغذ کو پھر ایک بار سیدھا کر کے سب لوگ اس کے مضمون کو پڑھنے لگے۔ لیکن مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ مسٹر ہارکٹ کو اب کی بار بھی ہار نصیب ہوگی۔ کیونکہ اس دستاویز میں ہجوں کی غلطی ایک بھی نہ تھی اس کے باوجود بڑی دیر تک یہ بحث جاری رہی کہ فلاں حرف "ای" ہے یا "آئی" یا "جی" ہے یا "وائی" بہر حال آخری فیصلہ مسٹر ہارکٹ کے خلاف ہوا گو بیس منٹ اس جھگڑے میں اور ضائع ہو گئے۔

"اچھا تو سنو" کپتان ریمنڈ نے آخر کار میری طرف مڑ کر کہنا شروع کیا "میں عنقریب ملک اطالیہ کا سفر کرنا چاہتا ہوں۔۔۔"!

"ٹھیرو" ہارکٹ نے پھر ایک بار قطع کلام کرتے ہوئے کہا "میں پچاس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ ریمنڈ کسی دولتمند عورت کی تلاش کرنے چلا ہے۔ تاکہ وہ اس سے شادی کر سکے"!

"مگر اس کا فیصلہ کون کرے"؟ مسٹر ڈلیرز نے اعتراض کیا "صحیح حال خود ریمنڈ کو معلوم ہے اور اس کو اختیار ہے کہ وہ اس سوال کا جواب اثبات میں دے یا نفی میں"۔

اچھا تو میں اس شرط کو ایک نئی صورت میں پیش کرتا ہوں"۔ ہارکٹ نے جو شرطیں لگانے کا بہت شائق معلوم ہوتا تھا۔ اس پر کہا یعنی میں شرط لگاتا ہوں کہ ریمنڈ آتی گرمیوں تک وہاں سے شادی کر کے لوٹے گا"!

"منظور ہے" دلیرز نے جواب دیا۔ لیکن چونکہ یہ شرط ایسی تھی جس کا فیصلہ اسی وقت کرنا محال تھا۔ اس لئے اسے دونو صاحبوں نے اپنی نوٹ بکوں میں درج کر لیا۔

"خیر تو جیسا میں نے بیان کیا تھا" کپتان نے پھر ایک بار سلسلہ تقریر شروع کرتے ہوئے کہا "میں اٹلی کو جانا چاہتا ہوں اور مجھے اپنے ساتھ ایک نوکر کی ضرورت ہے۔ جسے وردی پہننے کی حاجت نہ ہو گی۔ اور جسکو کام بھی بہت زیادہ نہ کرنا پڑے گا۔۔۔"

"میں دس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں" مسٹر ہارکٹ نے کہا۔ کہ یہ نوجوان بولا کہہ دے گا کہ میں کچھ بھی کرنا نہیں چاہتا" لیکن چونکہ اس شرط میں کسی اور آدمی نے حصہ نہ لیا۔ اس لئے کپتان رمینڈ نے فقرہ معترضہ کو نظر انداز کر کے سلسلہ تقریر جاری رکھا۔

"میرا ارادہ پرسوں اسجگہ سے روانہ ہونے کا ہے اور ہم سردیوں کے دن اٹلی میں گذاریں گے" اس کے بعد اس نے تنخواہ وغیرہ بیان کی اور چند امور متعلقہ کا ذکر کرنے کے بعد مجھ سے پوچھا "اب بتاؤ۔ تمہارا ارادہ کام شروع کرنے کا ہے یا نہیں؟"

"ٹھیرو" مسٹر ہارکٹ نے پھر ایکدفعہ روکا "ایک چھوٹی سی شرط اور ہے سامنے ایک مکھی آئینہ پر بیٹھی نظر آتی ہے اور میں بیس پونڈ کی شرط لگاتا ہوں کہ میں اسے رومال کے پہلے ہی وار سے ہلاک کر دوں گا"

اس شرط کو مسٹر دلیرز نے منظور کیا۔ اور مسٹر ہارکٹ نے اپنا رومال گول مول کر کے آئینہ کی طرف پھینکا۔ لیکن بدقسمتی سے جس وقت وہ اپنے رومال کو لپیٹ رہا تھا۔ تو میز پر رکھے ہوئے چاندی کے کانٹے کی

بو کیونکہ کسی طرح اس میں اٹک گئی اور رومال کے ساتھ کانٹا بھی شیشہ کے وسط میں جا لگا جس سے آئینہ ٹوٹ گیا۔ اور اس میں تارے کی شکل کا ایک چھوٹا نشان پیدا ہو گیا۔ اس پر سب لوگ قہقہہ مار کے ہنسنے لگے جسمیں مسٹر ہارکٹ نے بھی حصہ لیا۔ بلکہ اس نے ایک اور مسٹر ط اس مضمون کی پیش کی کہ میں ایک اور وار سے اس شیشہ کو بھی جو کمرہ کے دوسرے حصہ پر رکھا ہوا تھا۔ اس طرح دسلی مقام پہ توڑ کر دکھا سکتا ہوں لیکن معلوم ہوتا ہے کانچ کے ٹوٹنے کی آواز ہوٹل کے نوکر کے کانوں تک بھی پہنچ گئی تھی کیونکہ وہ دوڑا آیا۔ اسکی مضحکہ انگیز صورت دیکھکر مسٹر ہارکٹ کو اتنی ہنسی آئی کہ اس کے پیٹ میں بل پڑ پڑ جاتے تھے۔ آخر کار نوکر کو ہوٹل کے مالک سے یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ کہ ٹوٹے ہوئے شیشہ کی کیا قیمت ہے اور اس عرصہ میں مجھے اس سوال پر غور کرنے کا موقعہ مل گیا۔ کہ آیا مجھ کو کپتان رمنڈ کی ملازمت منظور کر لینی چاہیئے یا نہیں اسمیں شک نہیں کہ جو حالات میں نے اسجگہ آکر دیکھے وہ میرے حسب منشا نہ تھے۔ تاہم میں نے سوچا کہ اگر کپتان رمنڈ فضول خرچ ہے تو مجھے کیا؟ اسکے ساتھ رہ کر اگر مجھ کو دنیا دیکھنے کا موقعہ مل گیا تو کافی ہے۔ بس میں نے اس کے سوال کا بصورت اثبات جواب دیا اور وعدہ کیا کہ کل قبل دوپہر اس جگہ ہوٹل میں اس کے پاس آجاؤں گا۔

وقت مقررہ پر میں اسجگہ جا پہنچا۔ اور اس کے دوسرے دن صبح کو ہم اٹلی کی طرف روانہ ہوئے رستہ کے حالات بیان کرنا چونکہ غیر ضروری ہے۔ بس میں ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سمجھ لیں کہ ہم لوگ سفر کرتے ہوئے اٹلی کی حدود کے پاس پہنچ گئے +

پندرھویں جلد ختم ہوئی

قواعد خریداری

۵۔ (بقیہ صفحہ ۲) بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے۔ کہ چار پانچ ماہ کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں کسی حالت میں قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ جو بات ہم کر سکتے ہیں یہ ہے۔ کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں۔ تو عام رعائتی قیمت پر دوبارہ ہمیا کر دیئے جائیں لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے۔ جو بغیر کوئی وجہ ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے۔

۶۔ کچھ اصحاب آغاز ماہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا فرداً فرداً جواب دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے مکرر گذارش ہے کہ عدم رسی کے خط مہینہ کی ۲۰۔ تاریخ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتنا نہ سمجھا جائیگا۔

۷۔ ماہوار ضخامت اس سائز کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے۔ اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر اس کی بیشی کا اختیار کلی اس دفتر کو حاصل ہے۔

۸۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی تیرتھ رام صاحب کو حاصل ہے خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جا سکتے ہیں لیکن یہ دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں۔ اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا۔

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔